

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ  
أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ٥

د پارہ ۲۲ - سورۃ الاحزاب

ترجمہ :- اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو  
کو تم سے ہر نا پاکی دور فرما دے اور میں پاک کنے کو بہتر کر دے

# حسین رضی بن علی رضی اور یزید بن معاویہ رضی

«مصنف»

سید محمد ریاض الدین سہروردی قادری حشتی  
خطیب جامع بغدادی مسجد مارش کوادیز گراچی منبر  
ناشر :- مجلس سہروردیہ گراچی

منقبت امام عالی مقام سیدنا حضرت حسین رضی الله عنه

از حضرت خواجه غریب نواز علیہ الرحمہ

شاه است حسین<sup>رض</sup>

بادشاه است حسین<sup>رض</sup>

دیس است حسین<sup>رض</sup>

دیں پناه است حسین<sup>رض</sup>

سر دادند وادوست در دست یزید

حقاً کہ بنائے لاله است حسین<sup>رض</sup>



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ  
 اَهْلَ الْبَیْتِ فَیُطَهِّرَ کُمْ تَطْهِیرًا ۝

(پارہ ۲۲ - سورۃ الاحزاب)

ترجمہ - اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی  
 دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے

حسین بن علی رضی اللہ عنہما

یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہما

سید محمد ریاض الدین سہروردی قادری چشتی  
 خطیب جامع بغدادی مسجد مارتن کوآرٹرز گراچی ممبر  
 ناشر ————— مجلس سہروردیہ گواچی

(جلد حقوق بنی مصنفہ محفوظ ہیں)

دستخط ایس کرائی

## حمد و نعت

تمام تعریف اس خالق کائنات کیلئے ہے کہ جو اپنی ذات اور صفات میں  
یگانہ و یکتا ہے جس نے انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت  
و یطہرکم تطہیراً فرما کر اہلبیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر نام پاک کی کو  
دور فرما دیا اور انہیں پاک کر کے خوب تھرا کر دیا۔ اور قل لا اَسئکم علیہ  
اجراً الا الملوحة فی القربی کی رو سے امت مسلمہ پر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ  
والسلام کے قرائتہاؤں کی محبت واجب و لازم کر دی اور انہیں امت میں  
بلند و بالا مقام عطا فرمایا۔

لاحمد و درود و سلام اس ذات اقدس پر کہ جس کا نام نامی و اسم  
گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جمائے کا آخری رسول یا عتہ تخلیق کائنات  
ہے، اس پر نبوت و رسالت ختم ہو گئی اس نے آیت تطہیر اور آیت صودۃ  
کی احادیث کے ذریعہ سے وہ توضیح و تشریح فرمائی کہ امت اس کے بابرکت  
اہل بیت اور بلند پایہ قرائتہاؤں کے صحیح مقام سے آگاہ ہو گئی خدائے  
بزرگ و برتر کی ان گنت رحمتیں اور برکتیں ان کے اہل بیت اور قرائتہاؤں  
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر نازل ہوں آمین۔ یا رب العالمین سبحانہ  
سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام

# نذرانہ عقیدت

اللہ العالمین محض تیرے فضل سے تیرا یہ ناچیز بندہ اپنی اس  
تصنیف کو تیری رضا جوئی اور تیرے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لئے اپنے شیخ و مرشد  
اعلیٰ حضرت والامرتبت مولانا ابوالفیض خواجہ سید  
قلندر علی شاہ سہروردی رحمۃ اللہ کی وساطت  
سے و یحانہ رسول سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی  
بارگاہ قدس میں بطور نذرانہ عقیدت پیش کرنے کی  
سعادت حاصل کرتا ہے، شرف بار یابی عطا فرما اور  
اسے اس کی نجات کا سامان بنا۔

تیرا گناہگار بندہ  
ریاض سحر و خری عفی اللہ عنہ





# حسین علیہ السلام بارگاہ خداوندی میں

نحمدہ و نستعینہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ

وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَعَصْنَهُ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ  
لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَمْدِيَ الظَّالِمُونَ

(سورہ بقرہ پارہ ادل)

ترجمہ:۔ اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے  
آزمایا، تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں۔ فرمایا میں تمہیں  
لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں عرض کی اور میری اولاد  
سے فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

امامت سے نبوت مراد ہے یا تمام لوگوں کا دینی پیشوا ہونا تاکہ  
تمام ادیان میں آپ کی عزت و عظمت ہو، اور آپ کے بعد تمام  
شریعتوں میں آپ کے قوانین پر عمل رہے اور ہزار ہا بنیاد کے  
واحد موجد ہوں۔ لغت میں ہر پیشوا کو امام کہتے ہیں مگر اصلاح  
میں دینی پیشوا امام کہلاتا ہے (تفسیر نعیمی)

اللہ کریم کے اس عظیم انعام کو دیکھ کر سیدنا حضرت  
ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بعض اولاد کیلئے بھی منصب امامت  
کی درخواست کی تو رب تعالیٰ نے جواب میں فرمایا لا یتال  
عہدی الظلمین میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

عہد سے وعدہ امامت مراد ہے اگر امامت سے نبوت  
مقصود ہو تو معنی یہ ہیں کہ ہماری نبوت ناسقوں کو نہیں ملے گی  
اور اگر دینی پیشوائی مراد ہو تو معنی یہ ہیں کہ کفار دینی پیشوائی  
کے مستحق نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس درخواست کا مطلب  
یہ تھا کہ الہی میری اولاد میں بھی بابرکت لوگ پیدا کرنا تاکہ میری  
فرمانبرداری ہمیشہ میرے خاندان میں رہے، اللہ تعالیٰ نے ان  
کی دعا قبول فرماتے ہوئے کہا اچھا تم سے اس کا وعدہ کرتے  
ہیں لیکن اس اقرار و وعدہ میں تمہاری وہ اولاد شامل نہیں  
جو بدکار ہو ان کو یہ برکت نصیب نہ ہوگی (تفسیر نعیمی)

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ  
لا یتال عہدی الظلمین اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مقصد  
یہ ہے کہ "منصب من خواہ نبوت باشد۔ و خواہ امامت و"

خواہ خلافت باشد و خواہ ولایت بلکہ قضا و اقتدار و احتساب  
و بادشاہت و امارت و حکومت، ظالموں و فاسقوں را  
بموجب حکم شرع شریف نباید داد زیرا کہ درین خدمتہا و  
منصبہا عدالت و تقویٰ شرط است (تفسیری عزیز)

ترجمہ: میرا منصب (عہد) خواہ نبوت و یا امامت خلافت  
ہو یا ولایت، بلکہ قضا، افتار احتساب و بادشاہت اور  
امارت و حکومت بموجب حکم شرع شریف ظالموں اور فاسقوں  
کو نہیں دی جائے گی اس لئے کہ ایسی خدمتوں اور منصبوں کے  
لئے عدالت و تقویٰ شرط ہے۔

آیت بالا کی تفسیر سے یہ واضح ہو گیا کہ منصب نبوت یا  
امامت و خلافت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صالح اولاد  
ہی کیلئے ہے۔ وجعلنا فی ذرّیّتہ النبوة و الکتاب  
سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جو  
پیغمبر و کتاب آئی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں  
ہونی بہانہ شک کہ رسول کائنات پیغمبر آخر الزمان حضرت  
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم  
علیہ السلام ہی کی اولاد یعنی حضرت اسمعیل علیہ السلام کی نسل



پاک میں ہوئے۔

سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں، جناب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد میں اس نسبت سے حسین رضی اللہ عنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور نہ صرف صالح ہیں بلکہ سرگروہ صالحین ہیں۔ نبوت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی البتہ امارت و خلافت و ولایت تاقیامت باقی ہے جو صالحین کیلئے ہے نہ کہ فاسقوں اور فاجرین کے لئے خدا کے نزدیک حضرت حسین کا جو مرتبہ ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ آپ امام المسلمین ہیں، آپ صرف دنیا ہی میں مسلمانوں کے امام نہیں بلکہ آپ جنت میں بھی اہل اسلام و ایمان کے امام ہوں گے۔ جو صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

---

# امام حسینؑ اور اہلبیت رسول

ارشاد خداوندی ہے۔

أَتَمَّا يُرِيدُ اللَّهُ يَتَذَكَّرُ عَنْكُمْ الرَّجُلُ أَهْلُ الْبَيْتِ  
وَيُطَهَّرُ كَمَا تَطْهَرُونَ ۝ (سورہ احزاب پارہ ۲۲)

ترجمہ:۔ اللہ تمہیں چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم  
سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا  
کر دے،

اس آیت کریمہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
اہلبیت کی زبردست فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ حضرت شیخ  
عبدالحق محدث دہلوی دشتی اللغات شرح مشکوٰۃ جلد  
چہارم میں اہلبیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ  
”اولیٰ آنت کہ گفتہ شود اہل بیت اولاد آنحضرت و ازواج  
ادینہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہما از ایشانند علی مرتضیٰ نیز از  
اہل بیت اوست بچہت معاشرت ادبیت پیغمبر و انفسل یہ ہے کہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد و ازواج مطہرات حسن و حسین رضی  
اللہ عنہما اور حضرت علی مرتضیٰ کو اہلبیت کہا جائے۔“

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "یہ آیت اس بات پر نص ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ان آیتوں میں اہل بیت میں داخل ہیں اس لئے کہ یہ آیت ان ہی کے بارے میں اتری ہے آیت کا شان نزول تو آیت کے حکم میں داخل ہوتا ہی ہے۔ مگر بعض کہتے ہیں کہ صرف وہی داخل ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ بھی اور اس کے سوا بھی اور یہ دوسرا قول ہی زیادہ صحیح ہے۔"

علامہ ابن کثیر کی اس عبارت کے آخری جملہ سے جسے وہ زیادہ صحیح قرار دیتے ہیں۔ یہ بات معلوم ہو گئی کہ اہلبیت کا اطلاق صرف ازواج مطہرات پر ہی نہیں ہوتا اہل بیت میں دوسرے حضرات بھی شریک ہیں۔

ازواج مطہرات اہل بیت مکی ہیں حضرت فاطمہ زہراؑ حسن و حسین رضی اللہ عنہم اہلبیت نسبی، بعض حضرات ایسے بھی ہیں کہ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمی طور پر اہلبیت میں شامل کیا، جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں حضرت دائد بن اسحاق کی حدیث سے ثابت ہے۔ فرماتے ہیں "ایک مرتبہ میں حضرت علیؑ کے گھر گیا، تو معلوم ہوا کہ آپ حضور کی مجلس



میں گئے ہوئے ہیں۔ میں ان کے انتظار میں بیٹھا رہا، موقوفی دیر  
 میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ رہے ہیں اور آپ  
 کے ساتھ حضرت علی حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ  
 عنہم بھی ہیں۔ دونوں بچے آپ کی انگلی تھامے ہوئے تھے آپ  
 نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کو اپنے سامنے  
 بٹھالیا اور دونوں نواسوں کو اپنے گھٹنوں پر بٹھالیا اور ایک  
 کپڑے سے ڈھک لیا پھر اسی آیت کو تلاوت کر کے فرمایا  
 اے اللہ یہ ہیں میرے اہل بیت اور میرے اہل بیت زیادہ  
 مقدار ہیں، دوسری روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ حضرت  
 واثلہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ دیکھ کر کہا یا رسول اللہ میں بھی  
 آپ کی اہل بیت میں سے ہوں، آپ نے فرمایا ہاں تو بھی میری  
 اہل بیت میں سے ہے، حضرت واثلہ فرماتے ہیں کہ حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان میرے لئے بہت ہی بڑی امید  
 کا ہے، ایک اور روایت میں حضرت واثلہ فرماتے ہیں کہ  
 میرے نزدیک سب سے زیادہ میرا مضبوط عمل یہی ہے؟  
 اس حدیث سے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کا  
 اہل بیت رسول علیہ السلام میں شامل ہوتا ثابت ہوتا ہے اسی

طرح حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں بھی ایک حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی کسی ایسے ہی موقع پر اپنی اہلبیت میں شامل کیا تھا۔ مگر حضرت واثمہؓ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما اہلبیت حکمی میں داخل ہیں۔ اہل بیت سکنی یا اہل بیت نسبی میں ان کا شمار نہیں ہوتا۔  
 عرض اس بحث سے صرف یہ ہے آیت تطہیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سکنی یعنی ازواج مطہرات اور اہل بیت نسبی یعنی سیدہ فاطمہؓ زہراؓ اور ان کی اولاد حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما سمعی شامل ہیں۔ جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت دی گئی ہے کہ اے نبی کے گھر والو اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دُور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

تفسیر کنز العرفان میں ہے کہ اس آیت میں اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت فرمائی گئی ہے کہ وہ گناہوں سے بچیں اور تقویٰ پر پہیزگاری کے پابند رہیں۔ گناہوں کو ناپاکی سے اور پہیزگاری کو پاکی سے استعارہ فرمایا گیا، اس طرز کلام سے مقصود یہ ہے کہ ارباب عقول کو گناہوں سے نفرت دلائی



جائے اور پرہیزگاری کی ترغیب دی جائے :

شہر احمد صاحب عثمانی مرحوم اس آیت کی شرح میں لکھتے ہیں۔  
یعنی اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ بنی کے گھر والوں کو ان احکام پر عمل  
کرا کر خوب پاک و صاف کر دے اور ان کے رتبہ کے موافق ایسی  
قلبی صفائی اور اخلاقی ستھرائی عطا فرمائے جو دوسروں سے ممتاز  
وفاق ہو جس کی طرف بَطْنُ کَمَد کے بعد تطہیراً بڑھا کر اشارہ  
فرمایا یہاں تطہیر سے مراد تہذیب نفس، تصفیۂ قلب اور تزکیۂ  
باطن کا وہ اعلیٰ مرتبہ مراد ہے جو اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے۔  
اور جس کے حصول کے بعد وہ انبیاء کی طرح معصوم تو نہیں  
بن جاتے ہاں محفوظ کہلاتے ہیں :

عثمانی صاحب اہلبیت کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں "اہلبیت  
میں اس جگہ ازواج مطہرات کا داخل ہونا یقینی ہے بلکہ آیت کا  
خطاب اولاً انہی سے ہے لیکن چونکہ اولاد و داماد بھی بجائے  
خود اہلبیت (گھر والوں) میں شامل ہیں بلکہ بعض حیثیات سے  
وہ اس لفظ کے زیادہ مستحق ہیں، جیسا کہ مسند احمد میں احق کے  
لفظ سے ظاہر ہوتا ہے، اس لئے آپ کا حضرت فاطمہ علیہ  
حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو ایک چادر میں لپیٹ کر اللہم ھمکراہ



اَھْلُ بَیْتِی وَغَیْرَہُ فَرَمَانَا بِحَضْرَتِ فَاطِمَہُ زَہْرَا کے مکان کے  
 کے قریب گزرتے ہوئے الصَّلَاۃُ اَھْلُ الْبَیْتِ یُرِیدُ  
 اللہ لَیْذُھَبْ عَنْکُمُ الرِّجْسُ سے خطاب کرنا اس  
 حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے تھا کہ گو آیت کا نزول بظاہر ازواج  
 کے حق میں ہوا اور انہی سے مخاطب ہو رہا ہے مگر یہ حضرات  
 بھی بطریق اولیٰ اس لقب کے مستحق اور فضیلتِ تطہیر کے اہل  
 ہیں۔ باقی ازواجِ مطہرات قرآن کی اولین مخاطب تھیں اس لئے  
 ان کی نسبت اس قسم کے اظہار اور تصریح کی ضرورت نہیں  
 سمجھی گئی؟

آیتِ تطہیر کی ان تشریحات کے بعد یہ معلوم ہو گیا کہ  
 حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اہل بیت رسول علیہ السلام  
 سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہر برائی سے پاک صاف کر دیا ہے  
 انہیں تہذیبِ نفس، تصفیۂ قلب اور تزکیۂ باطن کا وہ اعلیٰ  
 مقام عطا فرمایا ہے جو دوسروں سے ہر حال ممتاز و فائق  
 ہے۔ یہ مقام حاصل کر کے وہ انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم  
 تو نہیں بن گئے۔ البتہ گناہوں سے محفوظ ضرور ہیں۔ کیونکہ آپ  
 اللہ کے ولی اور اولیاء اللہ کے مقتدا و پیشوا ہیں۔ یزید بن

معادینہ کے بارے میں جو لوگ آپ کی ذات گرامی پر حرف گیری کرتے ہیں ان کی طرف سے یہ بڑی زیادتی ہے۔ ایسے لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا کیا بگاڑ سکتے ہیں، البتہ اپنی دنیا اور اپنی آخرت خراب کرتے ہیں، اللہ کریم ہدایت بخشتے۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کی فضیلت

رب عزت کا فرمان ہے۔  
 فَإِنِ انْفَجَعَ فِي الصُّورِ فَلَا أَفْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَ  
 لَا يَنْتَسِبُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ يَوْمَئِذٍ  
 (پارہ ۱۸ سورہ مومن)  
 ترجمہ سورہ بھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے۔

تفسیر حسینی میں ہے "اس دن یعنی قیامت کے دن نسب نہ ہوں گے درمیان ان کے یعنی علاقہ نسب کا منقطع ہو جائیگا اور کسی ذی رحم کو کسی اپنے پر رحم نہ ہوگا۔ یوم یفر المرء من  
 اخیه وامّہ وایبہ یا وہ نسب کہ آج کے دن اس کے سبب سے باہم فخر کرتے ہیں، قیامت کے دن نفع کا

سبب نہ ہوگا۔ کیونکہ اس روز نسبت صحیح چاہیے نہ نسب  
 صریح اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ تفسیر کنز العرفان  
 میں ہے۔ "اس دن آپس کے نسبی تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔  
 اور قرابت کی محبتیں باقی نہ رہیں گی اور حال یہ ہوگا کہ آدمی اپنے  
 بھائی، ماں باپ، بیوی اور بیٹوں سے بھاگے گا۔

تفسیر ابن کثیر اسی آیت کی شرح میں تحریر ہے۔ "جب  
 جی اٹھنے کا صور پھونکا جائے گا، اور لوگ اپنی قبروں سے زندہ  
 ہو کر اُٹھ کھڑے ہوں گے اس دن نہ تو رشتے ناتے باقی  
 رہیں گے نہ کوئی کسی سے پوچھے گا نہ باپ کو اولاد پر شفقت  
 ہوگی نہ اولاد باپ کا غم کھائے گی عجب آپاد بھایا ہوگی؟  
 غرض یہ کہ قیامت کے دن نہ کسی کا رشتہ کام آئے گا نہ کسی  
 کا نسب، نسب اور رشتے سب ٹوٹ جائیں گے، مگر رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب اور رشتہ جس طرح دنیا  
 میں نفع بخش ہے اسی طرح آخرت میں بھی ہوگا۔ تفسیر ابن کثیر  
 میں ہے۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔  
 فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے، جو چیز اسے ناخوش  
 کرے وہ مجھے بھی ناخوش کرتی ہے اور جو چیز اسے خوش کرے



وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے قیامت کے روز سب رشتے ٹٹے  
ٹوٹ جائیں گے۔ لیکن میرا نسب، میرا سبب اور میری  
رشتہ داری نہ ٹوٹے گی؟

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
مہر پر فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ ہی آپ کی قوم کو کوئی فائدہ نہ  
دے گا۔ بخدا میرا رشتہ دنیا اور آخرت میں ملا ہوا ہے۔  
(تفسیر ابن کثیر)

مسند امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ  
ہیں، ہم نے کئی سندوں سے یہ روایت وارد کی ہے کہ جب آپ نے  
ام کلثوم بنت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے نکاح  
کیا تو فرمایا کرتے تھے، واللہ مجھے اس نکاح سے صرف  
یہ غرض تھی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے  
سنا ہے کہ ہر سبب و نسب قیامت کے دن کٹ جائے گا  
مگر میرا نسب اور سبب (یعنی یہ منقطع نہ ہوگا) تفسیر ابن کثیر،  
ابن عساکر میں ہے کہ حضور نے فرمایا کل رشتے ٹٹے  
اور سسرالی تعلقات بجز میرے ایسے تعلقات کے قیامت کے

دیکھ جائیں گے، ایک اور حدیث میں ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جہاں پر نکاح ہوا ہے اور جس کا نکاح میرے ساتھ ہوا ہے وہ سب جنت میں بھی میرے ساتھ رہیں تو خدا تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی (تفسیر ابن کثیر)

شبیر احمد صاحب عثمانی اس آیت کی شرح میں لکھتے ہیں

” بعض احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سارے نسب اور دامادی کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے (یعنی کام نہ دیں گے) الا نسبی و صہریٰ بجز میرے نسب اور صہرے کے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے تعلقات عموم سے مستثنیٰ ہیں۔ اس حدیث کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام کلثوم بنت علیؓ بن ابی طالب سے نکاح کیا اور چالیس ہزار درہم ہر باندھا۔“

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی تعلق ہے جو دنیا اور آخرت دونوں سے ملا ہوا ہے۔ اس رشتہ سے امام حسین رضی اللہ عنہ کو جو دنیا میں نفع پہنچا وہ روز روشن کی طرح واضح ہے۔ حضور علیہ السلام کی وجہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دنیا میں منصب

امارت حاصل ہوا۔ خدا کے محبوب بنے!

اللہ تعالیٰ نے ان کی محبت اہل اسلام پر واجب کر دی  
 قل لا اسئلكم علیہ اجرًا الا اللہ ۱ لموتی فی القربی  
 اس محبت پر نص صریح ہے۔ نمازوں میں آل محمد پر درود و  
 سلام پڑھنا سنت ہو گیا کہ اس کے بغیر نماز ناقص رہے گی۔  
 حضور علیہ السلام کی نسبت ہی کی وجہ سے حضرت امام حسین  
 رضی اللہ عنہ سند ولایت پر جلوہ افروز ہوئے اور اہل محبت  
 ولایت کے قبلہ و کعبہ بٹرائے گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے حضور  
 دعا کی کہ اے خدا میں حسینؑ کو دوست رکھنا چوں تو بھی انہیں  
 دوست رکھ اور ان کو بھی جو انہیں دوست رکھیں، خدا اور  
 رسول علیہ السلام کے محبوب بن جانے کی وجہ سے امام حسین  
 رضی اللہ عنہ سے امت کے خاص و عام نے اُن سے محبت کی  
 اور ان کے اعزاز و اکرام میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا، اور  
 اس طرح یہ بھی خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب  
 بن گئے اور دین و دنیا میں بلند مقامات اور ارفع درجات  
 حاصل کئے۔



آخرت میں امام حسین رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبی تعلق ہی کی بنا پر بہشتی نوجوانوں کی شہرہ حاصل ہوگی۔ الغرض سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دنیا میں بھی اہل ایمان کے سردار اور آخرت میں بھی اہل ایمان کے بہشت میں سردار ہوں گے۔ یہی ایک صحیح نسبت ہے کہ اس کے باقی رہنے سے قیامت کے دن مسلمان خدا اور رسول علیہ السلام کی توجہ سے مستحق ہوں گے انہیں اور ترکوئی رشتہ ناتہ نفع نہ پہنچائے گا۔ اس لئے کہ ہر نسب اور ہر رشتہ ناتہ اس دن کٹ جائے گا۔ مگر حسین علیہ السلام کی محبت کا رشتہ منقطع نہ ہوگا۔ یزید بن معاویہؓ کو ہر ذی قیامت اس کا پنا نسب کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ یَوْمَ يُفْرَأُ مِنْ اَجْزِهِ وَاصِّہ وَاَبِیہ کے تحت نسبی اور قرابتی محبتیں ٹوٹ جائیں گی میر آدمی اپنے بھائی ماں باپ بیوی اور بیٹوں سے فرار اختیار کرے گا۔ یہاں تک کہ یزید اس وقت بھی اپنے نسب و قرابت کی توجہ سے محروم رہے گا جبکہ قیامت کے دن اہل اسلام کو اپنے نسبی تعلق سے نفع ہی حاصل ہوگا۔ اس لئے کہ یزید نے ان سے دشمنی کی ہے جو سے خدا اور اس کے رسول علیہ السلام اور ایمان والوں نے محبت کی ہے۔

# امام حسینؑ بارگاہ رسالت میں

عبدالرحمن بن ابی نعیم سے روایت ہے کہ کسی عراقی نے  
 نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ مسئلہ دریافت  
 کیا کہ اگر محرم کسی مکھی مار ڈالے تو اس کا کیا حکم ہے حضرت  
 عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ اہل عراق محرم  
 کے مکھی مارنے کی سزا پر جتھے ہیں حالانکہ انہوں نے پیغمبر علیہ السلام  
 کی صاحبزادی (حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہ) کے بیٹے حضرت  
 امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا  
 اَھمَا رَیْحَانِی مِنَ الدُّنْیَا حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا دُنْیَا  
 میں میرے دو پھول ہیں (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے جواب کا مقصد  
 یہ ہے کہ عراق والے محرم کے مکھی مارنے کی سزا تو دریافت کرتے  
 ہیں کیا انہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شہید کرنے کی  
 سزا کا احساس نہیں؟ حال یہ کہ حضرت حسینؑ دنیا میں آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک پھول ہیں۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
 کہا انہوں نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی  
 حضرت فاطمہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم  
 کے متعلق فرمایا اَنَا حُرٌّ بِبَنِي حَارٍ بِقَوْمٍ وَسَلَمٌ لِمَنْ سَالَهُمْ  
 میں اس سے جنگ کرنے والا ہوں جو ان سے جنگ کرے  
 اور صلح کرنے والا ہوں جو ان سے صلح کرے (مشکوٰۃ)  
 یہ حدیث یزید اور یزیدیوں کے لئے کھلا چیلنج ہے۔  
 انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم اور ان کے  
 مقدس ساتھیوں سے جنگ کی اس جنگ کے ذریعہ سے وہ رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل میں آ گئے۔ بھلا جن سے اللہ کا  
 رسول جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جائے ان کی بدبختی کی کیا حد  
 ہو سکتی ہے ؟ ایسے لوگوں کا دنیا بھی خراب اور آخرت بھی  
 خراب العیاذ باللہ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ  
 سَيِّدَا شَبَابِ أَصْلِ الْجَنَّةِ حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا  
 بہشتی جوانوں کے سردار ہیں۔



حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۲۸ شیعۃ المسلمات میں  
اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:-

مراد آنست کہ ایشیاں سید اہل الجنتہ اندزیرا کہ  
اہل جنت ہمہ جو اناندر لیکن تخصیص کنند بنہر انبیاء و خلفائے  
راشدین، یعنی حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما  
سوائے انبیاء اور خلفائے راشدین کے تمام اہل جنت کے  
سرائے میں اور اہل جنت سب کے سب جو ان ہوں گے۔

پزید اور نریدی آل رسول علیہ السلام سے دشمنی کرنے  
کی وجہ سے حسین کریمین رضی اللہ عنہما کی سرداری سے دنیا  
و آخرت دونوں میں محروم ہو گئے، نہ جنت میں جائیں گے نہ  
حسین کریمین کی سرداری نصیب ہوگی۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
کہ ایک شب میں کسی کام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی  
خدمت میں حاضر ہوا، حضور اس حال میں باہر تشریف لائے  
کہ آپ اپنی چادر مبارک میں کوئی چیز پیٹے ہوئے ہیں، میں نے  
عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا چیز ہے جسے  
آپ چادر سے پیٹے ہوئے ہیں، میری اس گزارش پر آنحضرت

علی اللہ علیہ وسلم نے چادر کھول دی فاذا الحسن والحسین  
 علیٰ حرا کیہ پس ناگاہ میں نے آپ کے دونوں سمت  
 حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو دیکھا جنہیں ایک متاع نفیس  
 کی طرح چادر شریف میں چھپا لیا گیا تھا فرمایا ہذا ان ابنا ی  
 واپنا بنتی یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور یہ میری بیٹی حضرت  
 فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں پھر فرمایا اللّٰھُمَّ اِنِّی  
 احبہما فاحبہما واجب من یحبہما الٰہی میں ان دونوں  
 کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان دونوں کو دوست کر رکھ اور  
 اے بھی دوست کر رکھ جو ان دونوں کو دوست رکھے مشکوٰۃ  
 حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ  
 اس حدیث مبارک کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں از اینجا  
 معلوم میشود ابن بنت ابن است چنانکہ ابن ابن و دریں  
 ثبوت شرف نسب است از جانب مادر و حجت بر آن  
 قول خداوند است خُرَیَّةٌ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ  
 اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیٹی کا بیٹا بیٹا ہی کہلاتا ہے  
 جیسے کہ بیٹے کا بیٹا، نیز اس حدیث سے ماں کی طرف  
 سے نسب کی بزرگی کا ثبوت ملتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے

قول ذریۃ بعضہا من بعض پر حجت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے گھروالوں  
میں کون سب سے زیادہ آپ کو محبوب ہے قال الحسن و  
الحسین فرمایا حسن و حسین رضی اللہ عنہما، حضرت انس  
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ الزہرا  
رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے ادا عی لی ابائی فی شملہما  
ویضمہما الیہ میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ پس  
حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو آپ سو نگھٹتے (جیسے کہ بھیلوں  
کو سو نگھا کرتے ہیں، کیوں نہ ہو دونوں صاحبزادے دنیا  
میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیل ہیں) اور اپنے  
جسم اطہر کے ساتھ ملائے (مشکوۃ)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک  
روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے  
تھے کہ حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما سرخ متغص  
زیب تن کئے تشریف لائے چونکہ دونوں صاحبزادے کمسن  
تھے، اس لئے بچوں کی طرح ان کے قد و مہمنت لزوم لڑکھٹاتے



اور وہ گر پڑتے۔ یہ دیکھ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 ممبر سے نیچے اُتر آئے۔ دونوں صاحبزادوں کو اٹھالیا اور  
 اپنے سامنے بٹھالیا پھر فرمایا، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا تمہارے  
 اموال اور تمہاری اُلا و محل آزمائش ہے، میں نے ان دونوں  
 بچوں کو دیکھا جو راستہ چلتے تھے اور گر گر پڑتے تھے فلم  
 اصبر حتیٰ قطعتُ حدی شیبی پس میں صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ میں  
 نے اپنا سلسلہ کلام منقطع کر دیا، اور دونوں کو زمین سے  
 اٹھالیا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح  
 کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کا خطبہ پند و نصیحت اور احکام و امور و نواہی کے بیان میں تھا،  
 جسے آپ نے تھوڑی دیر کے لئے بند کر دیا، آخر میں فرماتے ہیں  
 کہ مارا مجال تکلم در احوال شریف نیست واللہ اعلم بحقیقت  
 حال حبیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے احوال شریفیں دم مارنے کی مجال نہیں اللہ تعالیٰ  
 اپنے محبوب کے احوال شریفہ کی حقیقت کو سب سے زیادہ  
 جاننے والا ہے۔

سبحان اللہ! رسول کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے لڑکھڑانے اور گرنے کی تکلیف کو بھی رقت و رحمت و شفقت کی بنا پر برداشت نہیں کر سکے، یزید یوں کے ہاتھوں میدان کر لیا میں امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر جو ظلم و تشدد کیا گیا، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا گزری ہوگی! اس کا ثبوت حضرت سلمیٰ زوجہ ابورافع رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ملتا ہے، فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی میں نے دیکھا کہ وہ رو رہی تھیں، میں نے رونے کا سبب پوچھا، فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ کا سر مبارک اوڑھ اڑھی مبارک خاک میں آلودہ تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا ہوا؟ قال شہدت قتل الحسین انفا، ارثا و فرمایا، حاضر شہد کشتن حسین راکنون یعنی میں ابھی قتل حسین پر حاضر ہوا۔

حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللغات میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ

رضی اللہ عنہا کی وفات ۵۹ھ میں ہوئی، اور حضرت امام  
 حسین رضی اللہ عنہ ۶۱ھ میں شہید ہوئے تو اس حدیث  
 میں ۱۲ الفاظ جس کے معنی ابھی ابھی میں، کیونکر درست ہو سکتا ہے؟  
 اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ بعض لوگ حضرت ام سلمہ  
 رضی اللہ عنہا کی وفات ۶۲ھ بتاتے ہیں اگر یہ قول درست  
 ہے۔ تو کوئی اشکال نہیں و بقول اونیز اشکالے ندارد چہ تواند  
 کہ پیش از وقوع آں واقعہ را در خواب ایشان نمودہ باشند  
 و انفا گفتن باعتبار تحقق اوست در آنوقت، فرماتے ہیں کہ  
 حضرت ام سلمہ کے قول میں بھی کوئی اشکال و تردد نہیں، اس  
 لئے کہ ہو سکتا ہے کہ اس واقعہ دشہادت حسینؑ سے قبل ہی  
 انہیں (حضرت ام سلمہؓ) یہ واقعہ دکھا دیا گیا ہو اور انفا  
 فرمانا اس وقت میں ان کے تحقق کے اعتبار سے ہے۔  
 اس حدیث سے مقتل حسینؑ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم کا حاضر ہونا اور سروریش مبارک پر گر دو غبار کا نظر  
 آنا شہادت حسینؑ سے آپ کا انتہائی طور پر غمناک ہونا  
 ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت



صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الْحُسَيْنُ مِنِّي وَأَنَا مِنْ  
 حُسَيْنٍ حُسَيْنٌ مجھ سے ہے اور میں حُسَيْنٌ سے ہوں  
 أَحَبُّ اللَّهِ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا خَلَا بَيْنَهُ دُورٌ رُكَّعٌ  
 حُسَيْنٌ کو دوست رکھتا ہے حُسَيْنٌ سَبْطٌ مَنِ الْأَسْبَاطِ  
 حُسَيْنٌ اسباط سے ایک سبط ہے۔

حضرت شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تسمیہ حُسَيْن  
 پر سبط اشارت است بانکہ منشعب میگردد و از نسل وے  
 خلق کثیر حضرت حُسَيْنٌ کو سبط فرمانا یہ اس طرف اشارہ ہے  
 کہ آپ کی نسل سے کثیر مخلوق پیدا ہو گئی "ابھی کو سادات کہا جائیگا  
 حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں  
 کہ حضرت حُسَيْنٌ سینہ سے ہر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے مشابہ ہیں اور حضرت حُسَيْنٌ سینہ سے نیچے تک آپ کے  
 مشابہ ہیں۔

حضرت شیخ محدث رحمۃ اللہ فرماتے ہیں "گویا ہر دو ایں  
 شاہزادہ مجموعہ آن حضرت ہندو و ہندو شریف آنحضرت  
 قسمت یافتہ ہر دو میان ہر دو یعنی دو شاہزادے آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا مجموعہ ہیں، اور آپ کا وجود باوجود دونوں  
 میں تقسیم ہو گیا تھا۔

# امام حسینؑ علمائے اسلام کی نظر میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ لَا اسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اجْرًا اِنَّمَا اَلُوْدَّةٌ فِی الْفُرْدِ بَیْ

کہہ دیجئے کہ میں اس (تبلیغ) پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں  
مگر قرابتداروں میں دوستی، یہ آیت شریفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وسلم کے قرابتداروں سے دوستی کے لئے نص صریح ہے، اور  
اس آیت مبارکہ کی روشنی میں اہل اسلام پر رسول اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کے قرابتداروں کی دوستی واجب ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرابت سے مراد ہر شخص کے اپنے  
قرابتدار ہیں اگر یہی مراد ہوتی تو ہر شخص اپنے رشتہ داروں کے  
سوا کسی سوا کسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار مسلمانوں  
کی دوستی کے زیادہ حق دار ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خداوند  
قدوس اپنے محبوب کی زبان فیض ترجمان سے یہ حکم تو دے گا  
اے محبوب کہہ دیجئے کہ میں اس تبلیغ کا تم سے کچھ معاوضہ  
نہیں چاہتا، البتہ اپنے رشتہ داروں سے دوستی کرو کہ یہی  
میری تبلیغ کا اجر ہے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

رشتہ دار اس محبت سے مستثنیٰ قرار دیدیئے جائیں ۔

صحیح احادیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے محبت اور دوستی کرنے کا حکم تو ثابت ہو چکا اب قرآن حکیم سے بھی اس کا بین ثبوت مل گیا۔ یہی وجہ ہے کہ زمانہ رسالت سے لیکر آج تک علمائے اسلام نے مسلمانوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروالوں سے دوستی کرنے کی ترغیب دی اور اس کے ظاہری و باطنی نفع سے عوام و خواص کو آگاہ کیا۔ یہ سلسلہ انشاء اللہ اسی طرح تا قیامت جاری رہے گا۔ اہل ایمان اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کر کے خدا اور رسول علیہ السلام کی محبت حاصل کرتے رہیں گے اور بد باطن لوگ ان کے خلاف لب کشائی کر کے اپنی دنیا اور اپنی عاقبت خراب کرتے رہیں گے۔

اہل بیت سادات کے اعزاز و اکرام اور ان سے محبت و دوستی کی چند روایات مخدوم صلاح الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے کی قدیم کتاب جوہر ایمان سے دستیاب ہوئی ہیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی بڑے



پایہ کے بزرگ عالم تھے جن کی وفات ۸۸۵ھ میں بمقام جوپور ہوئی  
 ان کا حال محقق و محدث دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب  
 اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ قاضی صاحب سادات میں سے ایک  
 مرد بزرگ سید اجل سے جو ناخواندہ تھے نزاع کیا کرتے تھے  
 اور اپنے آپ کو افضل کہا کرتے تھے سید اجل صاحب کو قاضی  
 صاحب کے اس طرز عمل پر ناگوار ہی ہوئی، تو ایک شب کو قاضی  
 صاحب نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ  
 آپ تنبیہ فرماتے ہیں کہ تو سید اجل سے معافی مانگ، قاضی  
 صاحب نے سید صاحب سے معافی مانگی اور سادات کے فضائل  
 میں ایک رسالہ "مناقب السادات" لکھا، قاضی صاحب  
 اس رسالے میں فرماتے ہیں کہ جب آیت مودۃ یعنی قل لا  
 اسئلكم علیہا اجراً الا المودۃ فی القربی نازل  
 ہوئی تو صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض  
 کیا کہ حضور آپ کے وہ کون سے قرائد ہیں کہ جن کی محبت  
 خدا تعالیٰ نے ہم مسلمانوں پر واجب فرمائی آپ نے فرمایا کہ وہ  
 میری بیٹی فاطمہؑ ہے اور اس کے شوہر علیؑ بیٹے حسنؑ اور حسینؑ ہیں  
 شیخ احمد بخاری فرماتے ہیں کہ جس کو اولاد رسول

علیہ السلام سے طبعی محبت سے تو یہ عین عنایتِ خدا ہے اگرچہ وہ گناہگار ہی کیوں نہ ہو، اگر محبت طبعی نہ ہو تو محبت اختیاری کرو جو اپنی کوشش اور دوسرے کی ترغیب سے حاصل کی جاتی ہے اگر کوئی کہنے سے بھی ان کی محبت و معرفت حاصل نہ کرنا چاہے تو یہ جان لو کہ وہ خدا کی رحمت سے دور ہے اگرچہ وہ صبح و شام خدا کی عبادت کرتا ہو اور کل علموں کا عالم ہو گیا ہو۔

حضرت شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی اگر کوئی دعوت کرتا تو آپ فرماتے کہ میں اس شرط پر قری دعوت قبول کرتا ہوں کہ سادات کی تعظیم و تکریم کرنا، ان کی حقارت اور تہمین کرنے سے پرہیز کرنا، شیخ موصوف سادات کے ساتھ خالص ارادت رکھنے سے قطب زمانہ مشہور ہوئے کتاب "شرف النبوة" حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسروں (حسن و حسین) کے ہاتھ پکڑ کر اصحاب سے فرمایا کہ جو کوئی دل سے ان کی اور ان کے ماں باپ کی اطاعت و محبت کرے گا، وہ میرے ساتھ ہر روز قیامت میرے درجہ حبیب میں ہوگا پھر فرمایا طوبی لمن صات فی جنات حب اہل



بتینا وقتل نلک الجنة جو میری اور میرے اہل بیت کی  
محبت میں مرے یا قتل ہو، اس کے لئے جنت ہے۔ تفسیر کشاف  
اور دستور الحقائق میں ہے کہ سادات کے پیچھے چلوان  
کو اپنے سے بہتر جگہ بٹھاؤ خواہ وہ ناخداہ کیوں نہ ہوں۔  
فقہانے کہا ہے کہ سیادت کا شرف فسق و فجور کرنے  
سے زائل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ شرف ہمارے نبی کی مش  
سے پہنچا ہے سادات کے علاوہ دیگر لوگوں کا شرف گناہ  
کرنے سے زائل ہو جائے گا۔

حضرت شیخ سعدی شیرازی سہروردی رحمۃ اللہ

سکا ارشاد ہے :-

سادات نور دیدہ ایمان عالم اللہ : از عزت محمد و از حرمت علی  
مگر خورده از ایشان صادر شود چه باکہ : نتوان پرید حرمت ایشان ز جہلی  
از میر آئکہ خواہ کوئین گفتہ است : الصالحون للہ والطالحون لی  
سادات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی  
رضی اللہ عنہ کی حرمت سے بڑے لوگوں سے ہیں۔ اگر ان  
سے کوئی خطا ہو جائے تب بھی ان کی تعظیم کر دیکونکہ خطا  
صادر ہو جانے کی وجہ سے ان کی حرمت زائل نہیں ہو سکتی



اس لئے کہ خواجه کو نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سادات میں جو نیک ہیں ان کا اکرام خدا کے لئے کرو اور جو نیک نہیں ہیں ان کا احتزام میری خاطر سے کرو۔  
حضرت نظامی گنجوی فرماتے ہیں :-

سادات افضل اندر گر وصف شاہ علی : اولاد مصطفیٰ و جگر گوشہ علیؑ  
بر فضل شان نظر مکن اے حرز جاہلی : الصالحون لله والطالحون لی  
سادات افضل ہیں اور ان کی شان بالکل ظاہر ہے وہ اولاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جگر گوشہ اے جاہل ان کے فعل پر نظر نہ کر ان میں جو صالح ہیں ان کی تعظیم اللہ کے لئے کر اور جو صالح نہیں ان کا اکرام آنحضرت علیہ السلام کی خاطر سے کر۔

امام محمد حسن شہبانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں  
حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تمام شب بیدار ہی کرتے تھے اور دن میں روزہ رکھتے تھے اور بخرش نیت زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اولاد میں سے حضرت امام باقر علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرتے بمقبرہ پر چاروب کشتی رکھتے، وہاں کے مجاوروں کو کچھ دیا کرتے، اس عمل کی برکت

سے وہ امام اعظم اور سراج عالم کہلائے۔

ایک مرتبہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ و خط فرما رہے تھے۔ اثنائے وعظ میں کئی مرتبہ کھڑے ہوئے اور بیٹھ گئے، بعد فراغت لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ ایک سید زادہ کہیں رہا تھا جب وہ میرے سامنے آتا تو میں اسے دیکھ کر کھڑا ہو جاتا تھا جب وہ سامنے سے ہٹ جاتا تو میں بیٹھ کر وعظ کرنے میں مصروف ہو جانا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ شیخ امان اللہ پانی پتی اپنے طالب علموں کو پڑھایا کرتے اور جب کوئی سید زادہ کھینٹے ہوئے سامنے آ جاتا تو فوراً کھڑے ہو جاتے، اور جب تک وہ سامنے رہتا برابر کھڑے رہتے لوگوں نے سبب پوچھا تو جواب دیا کہ مجھ سے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اولاد رسول علیہ السلام کھڑی رہے اور امان اللہ اس کے سامنے بیٹھا رہے۔

ایک مرتبہ سلطان ابواللیث اپنا لشکر کثیر دیکھ کر اس نیت سے رو دیا کہ کاش میں اس لشکر کو اپنے امام حسین



مظلوم کی کہلا میں مدد کرتا اور فدا ہو جاتا۔ پس اس شہر کے  
کسی بزرگ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ  
آپ فرماتے ہیں کہ بادشاہ سے بعد سلام کہدو گ تیری نیت سے  
ہم کو اطلاع ہوگئی تیرے لئے جنت کی بشارت ہے۔

یہ بیان حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی اس حدیث  
پر ختم کیا جاتا ہے کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ  
والسلام نے اپنی تارکھ فیکمہ صا ان تمسکتکم بہ  
لن تضلوا بعدی کتاب اللہ حبیب قوم و دین  
السماء اری الارض و عترتی اهل بیتی و لن یتفرق  
قاحتی یومر د اعلی الخوض فتنظر و کیف تخلفونی  
فی حیا و مشکرات

میں تم میں ایک چیز چھوڑتا ہوں اگر تم اسے مضبوطی سے  
بھام لو تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ چیز کتاب اللہ  
ہے۔ جو ایک درازری کی طرح ہے آسمان سے زمین کی طرف  
اور میری عزت جو میرے اہلبیت ہیں کتاب اللہ اور میری  
عزت کبھی جدا نہ ہوگی یہاں تک کہ دلوں کو غصہ کو زہر  
میرے پاس لوٹ آئیں پس غور کرو کہ کتاب اور عزت میں



تم میرے کیسے خلیفے ہو گے یعنی دو دوسرے کیا سلوک  
کر دو گے؟

ایک حدیث میں آپ نے اپنے اہل بیت کو نور علیہ السلام  
کے سفینہ کی مانند فرمایا۔ ان احادیث میں مسلمانوں کو یہ تعلیم  
دی گئی ہے کہ کتاب اللہ یعنی قرآن مجید اور اہل بیت رسول  
علیہ السلام کے ساتھ بہت قریبی تعلق رکھو اور انہیں مضبوطی  
سے پکڑے رہو۔ کہ اس عمل سے قیامت تک گمراہ ہونے سے  
بچے رہو گے۔ کتاب اللہ ہی میں آنحضرات صلی اللہ علیہ وسلم کے  
تراپداروں سے محبت و دوستی کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ اور کتاب  
اللہ ہی میں رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر والوں کی  
فضیلت بیان کی گئی ہے۔ جن لوگوں نے قرآن مجید کو چھوڑ دیا  
انہوں نے عزت رسول علیہ السلام کو بھی چھوڑ دیا۔ اس طرح  
وہ گمراہ ہو گئے۔ انہوں نے کتاب اللہ اور عزت رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ موڑ کر یزید اور یزیدیوں کی قصیدہ  
خوانی شروع کر دی۔ یزید کو عزت رسول علیہ السلام پر  
ترجیح دینے لگے اسے خلیفہ و امام بنا بیٹھے اور امام حسین  
علیہ السلام کو معاذ اللہ باغی کہنے اور ان کے جہاد فی سبیل اللہ

کو اقتدار کی جنگ قرار دینے لگے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر اپنا حق تبلیغ ادا فرما دیا کہ اگر تم نے کتاب اللہ اور میری عزت کو مضبوطی سے پکڑے رکھا تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے، مگر یزید کے بھی خوابوں نے کتاب اللہ اور عزت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر گمراہ ہی ہونا پسند کیا اللہ کریم مسلمانوں کو اس منکالت اور زناالت سے محفوظ رکھے۔

## حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور احترام اہلبیت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ اصحاب رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت دگر والوں کا احترام کرتے تھے اور انہیں ہر طرح معزز و محترم جانتے تھے اس لئے کہ اہل بیت نبوی کی فضیلت قرآن حکیم نے واضح طور پر بیان کر دی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کے ذریعہ اسکی پوری تشریح فرمادی تھی، صحابہ کتاب و سنت کو سب سے زیادہ جانتے اور اس کے مطابق عمل کرنے والے تھے چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اہلبیت کی تعظیم و تکریم کرنے میں کسی سے پیچھے نہ تھے وہ جلیل القدر صحابی تھے، کاتب وحی



بھی رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال کی طرف سے رشتہ دار بھی تھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ کی سہیلیہ صاحبہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں اور آپ کے اہل بیت میں شامل تھیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اگر اہلبیت رسول علیہ السلام کا اعتراف و اکرام کرتے تھے تو انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے جنگیں کیوں کیں؟ حالانکہ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت شمار ہوتے ہیں۔

اس کا جواب ہم علمائے اسلام اور مورخین کرام سے دریافت کرتے ہیں۔ امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ اس سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔  
اصحاب پیغمبر علیہ السلام سب کے سب عدول ہیں اور جو کچھ ان کی تبلیغ سے ہم کو پہنچا ہے اور ان کی سنت سب صحیح اور



برحق ہے۔ اور وہ لڑائی جھگڑے جو حضرت امیرؓ و حضرت  
 علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے وقت ان کے درمیان واقع  
 ہوئے ہیں وہ ہوا و ہوس حب جاہ اور ریاست کے باعث  
 نہ تھے بلکہ اجتہاد و استنباط کے سبب تھے خواہ کسی کے  
 اجتہاد میں خطا ہو، اور اس کا استنباط صواب سے دور ہو علمائے  
 اہل سنت و الجماعت کے نزدیک ثابت ہے کہ ان لڑائی  
 جھگڑوں میں حضرت امیرؓ پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر  
 لیکن یہ خطا جس کا منشا اجتہاد ہے طعن و ملامت سے دور  
 ہے۔ امیرؓ کے مخالفوں کو لعن طعن کرنا زیارتی ہے جس کا کچھ  
 فائدہ نہیں بلکہ اس سے ضرر کا احتمال ہے کیونکہ سب پیغمبر  
 علیہ السلام کے اصحاب ہیں جن میں سے بعض کو حبش کی خویشی  
 ہے اور بعض ہداری یعنی جنگ بدر والے جو نبیؐ ہوئے ہیں  
 اور آخرت کا عذاب ان سے دور ہو چکا ہے جیسا کہ صحیح  
 حدیثوں میں آچکا ہے اطلع اللہ علی اہل بدر فقال  
 اعملوا ما تشاءم فانی قد غفرت لکم اللہ تعالیٰ نے  
 اہل بدر کے حال پر واقف ہو کر فرمایا کہ جو کچھ چاہو کرو میں نے  
 تمہیں بخش دیا اور بیعت رضوان سے مشرف ہوئے جن کے

حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان میں سے  
کوئی بھی روزِ قیامت نہیں ہوگا۔ بلکہ علمائے فرمایا کہ قرآن مجید  
سے مفہوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ بہشتی ہیں لا یتسوی منکم  
من انفق قبل الفتح وقاتل اوالثبات اعظم حرجہ  
من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلاً وعد  
اللہ الحسنی واللہ بما تعملون خبیث۔

وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کیا اور لڑائی کی  
ان لوگوں سے زیادہ درجے والے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے  
بعد مال خرچ کیا اور لڑائی کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے  
حسنی یعنی جنت کا وعدہ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں  
سے خبردار ہے، ملاحظہ کرنا چاہیے کہ اس قسم کے بزرگواروں کو  
کوہِ برائی سے یاد کرنا اور ان پر بدظن ہونا کس قدر انصاف و  
دیانت سے دور ہے۔ (مکتوبات، اردو ترجمہ دفتر سوم  
مکتوب نمبر ۱۲۴)

وہ صحابہ کرام جو بہت رضوان سے مشرف ہوئے ان  
کی تعداد چودہ سو یا پندرہ سو تھی، سورہ فتح میں اللہ تعالیٰ نے  
ان کو اپنی رضا مندی کی بشارت ان الفاظ میں عطا فرمائی

لقد رضي الله عن المؤمنين اذ يبايعونك  
تحت الشجرة . البته يقيناً اللہ راضی ہو گیا ہو مین جب  
انہوں نے آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے  
نیچے بیعت کی .

یہ میدان حدیبیہ کا واقع ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ تشریف لائے تھے تو  
حدیبیہ میں ایک درخت کے نیچے آپ نے تمام صحابہ سے جن  
کی تعداد چودہ یا پندرہ سو تھی بیعت لی . رب تعالیٰ نے ان بیعت  
کرنے والوں کو اپنی رضا مندی کی سند عطا فرمائی . مقام غور  
ہے کہ اللہ کریم جن کو اپنی رضا مندی کی بشارت دُنیا ہی میں  
سنادے ان کے ہیشتی ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے ، مگر

کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اپنی صحابہ رضی اللہ عنہ پر زبان  
طعن و تشنیع کھولی جائے اور ان کے متعلق ایسے عقارت آمیز  
الفاظ استعمال کئے جائیں کہ جن کو بیان کرنے یا لکھتے ہوئے  
انتہائی شرم اور گستاخی محسوس ہوتی ہے . صحابہ رضی اللہ عنہم  
کی شان میں بے ادبی کرنے والے یقیناً زبردست خسارے  
میں ہیں .



صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق ہمیں وہی روایت اختیار کرنا چاہیے جس کی تلقین حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ الصدر مکتوب میں فرمائی ہے کہ اسی میں دارین کی بھلائی کا راز مضمر ہے۔  
 حضرت شیخ محقق دہلوی علیہ الرحمۃ اشعۃ اللمعات جلد چہارم صفحہ ۶۲۹ پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ ہدایت فرماتے ہیں۔

” طریقہ اہل سنت و جماعت آنست کہ زبان از گفتگوئے ایشان جز بخیر بستہ دارند اگر چیزے بمضلاف آن منقول باشد را غماض کنند کہ سلامت دریں است ؟“  
 اہل سنت و الجماعت کا مسلک یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں کلمہ خیر کے علاوہ زبان کو بند رکھیں اگر کوئی بات ان کے حق میں کلمہ خیر کے خلاف منقول ہو تو اس سے چشم پوشی اختیار کریں کہ سلامتی اسی میں ہے۔  
 مقہمہ ابن خلدون میں ہے۔

” وہ جنگیں جو ابتدائی دور اسلامی میں صحابہ میں یا تابعین میں لڑی گئیں وہ کن مقاصد و اغراض کے پیش نظر تھیں تو یوں

سمجھے کہ ان بزرگوں کے اختلاف تمام تر دینی امور میں تھے نہ کہ  
 دنیوی معاملات میں اور اولہ صحیحہ میں اجتہاد کرنے سے  
 یہ اختلافات رونما ہوئے تھے اور مجتہدوں میں جب اختلاف  
 اجتہادی ہوا اور ہم یہ مانیں کہ مسائل اجتہادیہ میں حق ہر حال  
 ایک ہی ہوگا اب جس مجتہد کی رائے حق سے مل جائے وہ مصیب  
 ہے۔ اور جس کی نہ ملے وہ مخطی اور چونکہ وہ حق کی جست منتقین  
 نہیں اس لئے اصابت کا احتمال ہر مجتہد کی جانب ہو سکے گا  
 اور کسی خاص مجتہد کو بالیقین مخطی قرار نہیں دیا جاسکے گا اور  
 کوئی مجتہد بھی گنہگار و قابل گرفت نہ ہوگا۔ اجماع امت اسی پر  
 ہے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ اجتہادی اختلاف کے وقت سب مجتہد  
 حق پر ہوتے ہیں اور ہر مجتہد با صواب ہوتا ہے تو پھر تو خطا و گناہ  
 کی نسبت کسی طرف بھی نہیں کیا جاسکتی۔ اب صحابہ و تابعین کا  
 اختلاف ظاہر ہے اجتہادی اختلاف تھا اور مسائل دینیہ  
 طینتہ میں وہ آپس میں مختلف الرائے تھے۔ تو مذکورہ حکم کے  
 بموجب خطا اور گناہ کی نسبت کسی مجتہد کی طرف بھی نہیں جاسکتی؟  
 علامہ ابن خلدون جنگ جمل وصفین کے متعلق جو ام المؤمنین  
 حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت علی المرتضیٰ رضی



اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے  
درمیان لڑی گئیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مسلک ان الفاظ  
میں تحریر کرتے ہیں۔

”ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا  
گیا کہ جن وصفین کے مقتولین کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے  
کہ وہ ناجی ہیں یا قابل گرفت آپ نے جواب دیا کہ قسم بخدا  
ان لڑائیوں میں جو بھی مرا و ضعیفی ہے، بشرطیکہ اس کا دل پاک ہو  
گویا آپ فریقین کے مقتولین کے بارے میں حکم لگا  
رہے تھے، طبری و دیگر مورخین نے یہی الفاظ نقل کئے ہیں  
بہر حال یہ وہ بزرگ ہیں کہ جن کی عدالت ہر شک و شبہ و طعن و  
تشنیع سے مبرا و پاک ہے۔ یہی وہ حضرات ہیں کہ جن کے  
اقوال و افعال شریعت میں مستند ہیں اور اہل سنت و الجماعت  
کما ان کی عدالت پر فیصلہ ہے“

مصر کے مشہور نقاد اور نامور محقق ڈاکٹر الطحطاوی  
کتاب فتنہ الکبریٰ کے اردو ترجمہ ”حضرت عثمانؓ اور حضرت  
علیؓ“ کہ صفحہ ۴۴۵ پر حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان  
جو لڑائیاں ہوئیں ان کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ



” لیکن یہ لوگ تو مسلمان تھے، ان میں سے ہر ایک اس خیال کا تھا کہ اس کا غصہ اللہ کے لئے ہے اس جنگ میں وہ لڑیگا تو خدا کے لئے لڑ کر مر جائیگا، تو اس کی موت خدا کی راہ میں میں ہوگی، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس معرکہ سے پہلے اپنے ساتھیوں کے سوال کرنے پر کوئی دور کی بات نہیں کہی تھی۔ کہ جس نے اللہ کی خوشنودی کے لئے حق بات پر لڑائی کی اور قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جملہ اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق خود ارشاد فرماتے ہیں۔

(۱) صحابی سعید الحدادی قال قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا تبتوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذہباً ما بلغ صد احدہم ولا نصیفہ (مشکوٰۃ)

حضرت ابو سعید حدادی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا انہوں نے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میرے اصحاب کو برا نہ کہو اگر تم سے کوئی خدا کی راہ میں احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو اس کا ثواب صحابہ کے

ثواب کے ایک مد یا نصف مد اناج کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔  
 (۲) حضرت ابو بردہؓ اپنے والد حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ  
 سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ  
 والتسلیم نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور  
 وحی کے انتظار میں اکثر آسمان کی طرف سراقہ دل ٹھلایا  
 کرتے تھے، آپ نے فرمایا ستارے آسمان کے لئے امان  
 ہیں، جب ستارے ناپید ہو جائیں گے تو آسمان کے لئے  
 وہ وعدہ آجائے گا جو کیا گیا ہے (یعنی قیامت کے دن  
 اس کا ٹوٹ پھوٹ جانا) اور میں اپنے اصحابؓ کے  
 لئے امان ہوں جب میں دنیا سے چلا جاؤں گا تو  
 صحابہؓ کے لئے خدا کا وہ وعدہ آجائے گا جو کیا گیا ہے۔  
 (طرح طرح فتنے اور باہمی جنگیں اور بعض اعراب کا  
 ارتداد) اور میرے صحابہؓ میری امت کے لئے امان  
 ہیں جب صحابہؓ دنیا سے چلے جائیں گے تو میری امت کے  
 لئے وہ وعدہ آئے گا جو کیا گیا ہے (یعنی بدعات و  
 حوادث فسق و شردر کا ظہور ہوگا۔ مشکوٰۃ)  
 (۳) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خیر امتی شرقی  
یعنی میری امت کے پترین لوگ میرے اصحاب ہیں (مشکوٰۃ)  
(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکو صوا اصحابی فافہم  
خیارکم الذین یلوئہم ثم الذین یلوئہم  
ثم یفطہر الکذب۔ میرے اصحاب کا اکرام (عزت)  
کرو کہ وہ تم میں بزرگترین اور برگزیدہ ترین ہیں اس  
کے بعد ان کا اعزاز و اکرام کرو جو ان سے ملحق  
ہیں (تابعین) پھر ان کی تعظیم و تکریم جو ان سے  
ملحق ہیں (تابع تابعین) ان کے بعد جھوٹ اور بدعتی  
کا ظہور ہوگا۔

اس حدیث کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
نے یہ ہدایت فرمائی۔

فَلْيَلْزِمُوا الْجَمَاعَةَ۔ پس لازم ہے کہ جماعت کو اختیار  
کرو۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ  
علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

”پس باید کہ لازم گیر جماعت مسلمان را در سواد عظم



اہل قرون ثلثہ راہ متابعت و پیروی کند ایشان را، پس چاہیے کہ ان تین زمانوں کے مسلمانوں کی جماعت کو کہ جو سواد اعظم ہے اختیار کرے اور ان کا اتباع کرے۔

(۵) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اللہ فی اصحابی صحابہ کے بارے میں خدا سے ڈرو یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا (تکبید کے لئے) میرے بعد انہیں ہر ایک کا نشانہ نہ بناؤ جس نے انہیں دشمن رکھا تو گویا اس نے میری دشمنی کی وجہ سے ایسا کیا (معاذ اللہ) اور جس نے ان سے محبت کی تو گویا اس نے میری محبت کی وجہ سے ایسا کیا، اور جس نے انہیں (صحابہ کو) تکلیف پہنچائی پس یقیناً اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے دکھ دیا تو گویا اس نے اللہ کو ستایا اور جس نے اللہ کو رنجیدہ کیا تو قریب ہے کہ اللہ اُس کو عذاب میں گرفتار کرے (مشکوٰۃ)

(۶) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو میرے اصحاب کو بُرا کہے کہہ دو لغتہ اللہ علی شرکہ خدا کی لعنت ہو تمہارے شر یعنی تم اس فعل بد (صحابہ کو بُرا

میں نے، کی وجہ سے خدا کی رحمت سے دور ہو (مشکوٰۃ) (۷)  
 حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
 انہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے  
 اپنے اصحابؓ کے اس اختلاف کے متعلق جو میرے بعد ان میں  
 رونما ہو گا اپنے خدا سے سوال کیا پس اس نے میری طرف یہ وحی  
 کی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اصحاب میرے نزدیک  
 آسمانی ستاروں کی مانند ہیں کہ بعض بعض سے زیادہ روشن اور  
 زیادہ توی ہیں مگر ہر ایک کے لئے نور ہے پس جس نے ان چیزوں  
 میں سے جو ان میں (یعنی صحابہؓ میں) اختلافی تحقیق کوئی چیز غلطی  
 تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے (مشکوٰۃ) سبحان اللہ  
 اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام ہے یہ خود وہ  
 اختلاف ہے کہ جسے .....

..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے رحمت قرار دیا ہے اختلاف اصتی رحمة

(۸) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اصحابؓ  
 ستاروں کی مانند ہیں فَبِأَيِّ حِجْمٍ اقْتَدَىٰ يُتِمُّ اِهْتَدَاهُمْ

ان میں سے تم نے جس کی بھی پیروی کی تم پر ایت پائی قرآنی آیات، احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علمائے اسلام اور مؤرخین کے بیانات کی روشنی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں کے متعلق سہ درجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

۱۔ فتح مکہ سے قبل اور فتح مکہ کے بعد جن اصحاب نے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا اور فی سبیل اللہ جہاد کیا ان میں درجات کا فرق تو ہے (مگر فرق مراتب نہ کئی زندگی) مگر سب سے خداراضی ہے اس نے سب کو جنت دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

۲۔ ان کی آپس کی لڑائیاں ہوا و ہوس اور طلب جاہ و ریاست کی وجہ سے نہ تھیں۔

۳۔ ان کے اختلاف دینی امور میں تھے اور وہ بھی اجتہاد و استنباط کی بنا پر۔

۴۔ تمام صحابہ مجتہد تھے، اصابت کا احتمال ہر مجتہد کی جانب ہو سکتا ہے اس بنا پر کسی خاص مجتہد کو بالیقین مختل قرار نہیں دیا جاسکتا اور کوئی مجتہد بھی گناہگار اور



قابل گرفت نہ ہوگا۔ اجماع امت اسی پر ہے۔

۵۔ صحابہؓ کو ہمیشہ نیکی سے یاد کرو اگر کوئی چیز اس کے خلاف دیکھو تو اغماض کرو، کیونکہ سلامتی اسی میں ہے۔  
۶۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جنگ جمل اور صفین کی مقتولین سب جنتی ہیں۔

۷۔ صحابہؓ سب کے سب عادل و منصف تھے ان کی عدالت ہر شک و شبہ اور طعن و تشنیع سے مبرا اور پاک ہے۔  
۸۔ صحابہؓ کے اقوال و افعال شریعت میں مستند ہیں، ان کے ذریعہ سے جو کچھ ہم تک پہنچا وہ سب سچ اور برحق ہے۔  
۹۔ صحابہؓ حقیقی مسلمان اور سچے مومن تھے۔

۱۰۔ صحابہؓ کو بُرا نہ کہو، کیونکہ ان کا ایک مدغلہ خدا کی راہ میں خرچ کرنا ہمارے احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر گرنے سے افضل ہے۔

۱۱۔ صحابہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے بہترین لوگ ہیں۔

۱۲۔ سب سے بہترین اور بزرگترین اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس کے بعد تابعین پھر تبع تابعین یہی تین گروہ

سواد اعظم کہلاتے ہیں انہی سے وابستہ رہنا اور انہی کی اطاعت و پیروی کرنا لازم و ضروری ہے۔

۱۳۔ صحابہؓ کے معاملہ خدا سے ڈرتے رہو، انہیں ہدفِ ملامت نہ بناؤ۔ جس نے ان سے محبت کی تو گویا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی اور جس نے ان سے دشمنی رکھی تو گویا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مہاذ اللہ دشمن رکھا، جس نے انہیں تکلیف دی، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دی اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دی تو اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو تکلیف دی اس پر عنقریب خدا کی عذاب نازل ہوگا۔

۱۴۔ صحابہؓ کو برا کہنے والا اپنے عمل بد کی وجہ سے خدا کی لعنت کا مستحق بن جاتا ہے۔

۱۵۔ صحابہؓ باہمی اختلاف کے باوجود اللہ کے نزدیک ستاروں کی مانند ہیں، ہر ایک لئے نور ہے کسی بھی صحابیؓ کی اقتدا کرنا ہدایت ہی کا راستہ پانا ہے۔ اب بھی اگر کوئی اصحاب رسول علیہ الصلوٰۃ اسلام کے خلف الپ کشائی کرے تو

اس کے لئے ہدایت ہی دعا کی جاتی ہے۔

## حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں تحریر فرماتے ہیں۔

”حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے والد ابو سفیان کے ساتھ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے آپ جنگ حنین میں شریک ہوئے، آپ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے محروروں میں سے ہیں آپ نے ایک سو تریسٹھ حدیثیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں اور آپ سے بہت سے صحابہ مثلاً ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر، ابو دردا، جریر البجلی، نعمان بنشر وغیرہ ہم اور تابعین سے ابن مسیب، حمید بن عبد الرحمن وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے روایت کی ہے۔

آپ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعائیں فرمائیں: ”اے الہی معاویہ کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت پانے والا بنادے، الہی معاویہ کو حساب و کتاب سکھائیے اور آپ اس کو عذاب سے بچائیے، خود حضرت معاویہ نے کہا کہ مجھے خلافت



کی اس وقت سے امید تھی جس وقت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ معاویہؓ جب تو بادشاہ ہو جائے  
تو لوگوں سے اچھی طرح سے پیش آنا۔ حضرت امیر معاویہؓ لمبے قد  
خوبصورت اور وجیہ آدمی تھے آپ کی طرف حضرت عمرؓ دیکھ کر  
فرمایا کرتے تھے کہ یہ عرب کے کسری ہیں۔ نیز حضرت علیؓ سے  
مردی ہے کہ آپ نے فرمایا معاویہؓ کو یہ اذہ سمجھو جس وقت  
یہ تمہارے اندر سے اٹھ جائیں گے تو تم دیکھو گے کہ بیت سے  
سرتن سے جدا کئے جائیں گے، آپ نے رجب ۳۰ھ میں  
ستتر سال کی عمر میں انتقال فرمایا، آپ کے پاس حضور اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم کے بال اور ناخن اور چادر مبارک تھی آپ  
نے مرتے وقت یہ وصیت کی تھی کہ بال مبارک اور ناخن  
مبارک میرے منہ اور آنکھوں میں رکھ دینا اور چادر مبارک  
میں پیٹ کر مجھے میرے اور ارحم الراحمین کے درمیان چھوڑ دینا  
اردو انسائیکلو پیڈیا مطبوعہ فیروز سنز کے صفحہ نمبر ۱۶۱  
پر ہے۔

امیر معاویہؓ ابوسفیان کے چھوٹے لڑکے تھے، نفع مکہ  
کے بعد اپنے باپ کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے، کچھ

عرصہ حضور بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گاتب و جی  
 بھی رہے۔ امیر معاویہؓ نے نہایت ہی شان و شوکت کے ساتھ  
 ۱۹ سال حکومت کی۔ آپ نے ہی سب سے پہلے بحری بیڑا تیار  
 کیا اور بحرِ روم میں نصاریٰ کو شکستیں دیں نیز مددِ بیلطنت  
 کو دودھ دور ملکوں تک دست دی۔ ملک میں امن و امان  
 قائم رکھا۔ انتظامِ مملکت کو بہتر بنانے کے لئے محکموں کو قائم  
 کیا۔ ”برید“ یعنی ڈاک کا سلسلہ سب سے پہلے امیر معاویہؓ  
 نے شروع کیا۔ امیر معاویہؓ بہت بڑے سیاستدان، متعلیٰ مزاج  
 اور انصاف پسند تھے مسجد میں بیٹھ کر عوام کی شکایت سنتے؟

## حسینؓ کریمین سے امیر معاویہؓ کا سلوک

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے مشہور صحابی تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اطہیت کے فضائل  
 و مناقب اور ان کے ادب احترام کو قرآن حکیم احادیث رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ خود حضور علیہ السلام کی زبان  
 اقدس سے سن چکے تھے اس لئے وہ آپ کے گھر والوں اور قرابتداروں  
 کا پورا پورا اعزاز و اکرام کرتے تھے خاص طور پر سیدنا

حضرت امام حسن اور سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کی جس طرح وہ عزت کیا کرتے تھے، اسلامی تاریخیں آج بھی اس پر گواہ ہیں، اگر یہ کہا جائے کہ اگر وہ حسینؑ کربلا کی عزت و توقیر کیا کرتے تھے تو انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ فاس حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خلاف کیوں فوج کشی کی؟

اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مشہور حدیث میں ہے جو بخاری شریف میں ہے جس کو ابی بکر رضی اللہ عنہ نے اس طرح روایت کیا ہے، فرماتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے پہلو میں تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ لوگوں کی طرف دیکھتے تھے اور دوسری مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اور فرماتے تھے کہ یہ میرا بیٹا سید ہے وَلَعَلَّ اللّٰهُ اَنْ يُصْلِحَ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرادے گا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ساٹھ ہزار کا لشکر لیکر کوفہ کی



طرف روانہ ہوئے اس کی اطلاع جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ بھی چالیس ہزار کا لشکر بیکر مقابلہ کے لئے چل پڑے آخر چند شرائط پر صلح ہو گئی اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی صحیح ثابت ہوئی۔

اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فوج کشی میں پہل نہ کرتے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے کبھی پہل نہ ہوتی۔ وہ بہت ہی صلح کل تھے اور کسی صورت میں مسلمانوں کا خون بہانا نہیں چاہتے تھے۔ اور اسی لئے آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح بھی کر لی، قدرت نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی سے پہل کرائی تاکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بھی کثیر فوج لے کر مقابلہ کے لئے آٹھ کھڑے ہوں اور جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہو جائیں گی تو بغیر لڑے بھڑے ان میں صلح کر دے اور اس طرح اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو پورا فرما دے صلح کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا امام حسن رضی اللہ عنہ سے کیا برتاؤ رہا، اس کے متعلق مصر کے مشہور محقق و نقاد ڈاکٹر طحطاہ حسین انبی کتاب حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ میں نظر آ رہی ہے۔

” حضرت حسنؓ امیر معاویہؓ کے وفادار تھے ان کی ہمت اور

ان کے عہد و پیمان پر قائم اور جس قسم کی بھی امداد کی ضرورت ہوتی ان سے حاصل کرتے؟

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ "امیر معاویہؓ حضرت حسنؓ پر پڑی کرم کی نگاہ رکھتے تھے ان کو عطیات سے نوازتے تھے؟

مورخ اسلام مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آباد اپنی کتاب تاریخ اسلام حصہ اول میں تحریر فرماتے ہیں۔

"بعد تکمیل صلح حضرت امیر معاویہؓ کوفہ سے دمشق کی جانب روانہ ہوئے اور جب تک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ زندہ رہے ان کے ساتھ حضرت امیر معاویہؓ نے بڑی تعظیم و تکریم کا برتاؤ کیا،

اور برابر ان کی خدمت میں حسب قرار داد و صلح نامہ روپیہ بھیجتے رہے۔

ابونعیم عبدالحکیم خاں نشترخاوند صہری اور عبدالحمید صاحب حمید ایم لے ایم او ایل اپنی کتاب تاریخ اسلام مطبوعہ کتاب منزل لاہور میں تحریر کرتے ہیں کہ جو صلح نامہ حضرت امام حسنؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان لکھا گیا تھا، اس میں یہ شرطیں بھی تھیں۔

” حسن بن علی اور حسین بن علی رضی اللہ عنہم اور ان کے متعلقین کو امیر معاویہؓ کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے، اور یہ دونوں بھائی اور ان کے متعلقین جہاں چاہیں گے رہیں گے۔ امیر معاویہؓ اور ان کے عاملین وغیرہ کو یہ حق نہ ہو گا کہ وہ انہیں اپنا ماتحت سمجھ کر ان سے جبراً کسی ذاتی حکم کی تعمیل کرائیں۔ امیر معاویہؓ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو صوبہ اہواز کا خراج برابر بھیجتے رہیں گے، بیت المال کو نہ کا سارا روپیہ امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی ملکیت تصور کیا جائے گا اور وہ اپنے اختیار سے اس پر جس طرح چاہیں گے تصرف کریں گے، امیر معاویہ انعام و اکرام کے وقت نبی ہاشم کو دوسروں پر مقدم رکھیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے صلح نامہ کی تمام شرائط کو بے چوں و چیرا تسلیم کر لیا، اور ان پر آخر وقت تک اسی طرح عمل کرتے رہے جس طرح حضرت امام حسنؓ کی مرضی تھی۔

اردو انسائیکلو پیڈیا مطبوعہ فیروز سنٹر میں ہے۔

” امیر معاویہؓ نے امام حسنؓ کے کہنے کے مطابق انہیں پچاس لاکھ درہم سالانہ اور ایران کے ایک ضلع کا مایہ کوئے کے خزانے اور ان کے چھوٹے بھائی حسینؓ کو بیس لاکھ درہم سالانہ



منظور کئے۔

اسی طرح فتوح شام و ترجمہ مولانا غلام رسول مہرا میں بھی درج ہے۔ البتہ انہوں نے پچاس لاکھ اور بیس لاکھ کی بجائے حاشیہ میں یہ لکھا ہے کہ بعض کتابوں میں تحریر ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت امام حسنؓ کے لئے پانچ لاکھ درہم اور حضرت امام حسینؓ کے لئے دو لاکھ درہم منظور کئے تھے۔

.. .. مولانا نے پانچ لاکھ اور دو لاکھ کی روایتوں کو اس بنا پر درست تسلیم کیا ہے کہ ان کے خیال میں پچاس لاکھ اور بیس لاکھ درہم بہت بڑی رقمیں ہیں اور ایسی گراں بہا و تہفے مقرر کرنا ممکن نہیں۔ مگر یہ محض ان کا داہمہ ہے حضرت امیر معاویہؓ اگر اس سے بھی زیادہ وظائف منظور کرتے تو وہ ان کو ادا کرتے اہلیت رکھتے تھے، انیس سال تک جس شاہانہ سٹھاٹھ سے انہوں نے حکومت کی ہے، اس کے پیش نظر گراں بہا وظائف مقرر کرنا ان کے لئے مشکل نہ تھا کیوں نہ ہو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ وسلم نے ان کے سامنے ہی ان کے بادشاہ بننے کی پیش گوئی فرمائی تھی۔

کتب سابقہ میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ تحریر ہے کہ پیغمبر آخر الزماں کی ولادت کی جگہ مکہ ہوگی، ہجرت کا مقام مدینہ ہوگا، اور ان کی بادشاہت ملک شام میں ہوگی، اس خدا کی پیشگوئی کے تحت شام میں حضرت امیر معاویہ کی بادشاہت دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بادشاہت تھی، اللہم صلی علیٰ محمد وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم

## وفات سے قبل امیر معاویہ کی نیرید کو وصیت

علامہ ابوالحسنات مولانا سید محمد احمد صاحب قادری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "اوراق غم" کے صفحہ ۲۵۹ پر علامہ ابواسحق اسفرائینی کی کتاب نور العین فی مشہدالحسین کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت امیر معاویہ اپنے اراکین دولت کو یہ وصیت کرتے رہے تھے کہ حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں کسی کے حکم کی وقعت نہ کرنا، تمام حکموں سے مقدم ان کا حکم ہے، تمام اخراجات سے مقدم ان کے اخراجات ہیں، یہاں تک کہ لشکر میں پیچھے تنخواہ جائے پہلے ان کی خدمت

میں پیش ہو جائے۔

جب آپ (حضرت امام حسینؑ) دربار معاویہؓ میں تشریف لاتے تو آپ کی کرسی اپنی داہنی جانب لگاتے سواری میں پہلے شہزادہ سوار ہوتے بعد میں جناب امیر معاویہؓ غرضیکہ معاویہؓ اور شہزادہ کے درمیان ایک مدت تک یہی تعلقات یگانگت رہے۔

علامہ ابوالحنات ظلیہ الرحمتہ "اوراق غم" کے صفحہ ۲۶۰ پر لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ کو جب اپنی موت کا یقین ہو گیا، تو انہوں نے یزید کو دو وصیتیں فرمائیں ایک عام رعایا کے حق میں اور دوسری شہزادہ حسینؑ اور اہلبیت اطہار رضوان اللہ علیہم کے متعلق دونوں وصیتیں عربی میں ہیں، امام حسین رضی اللہ عنہ اور اہلبیت کے متعلق جو وصیت کی گئی، اس کا ترجمہ یہ ہے،

"میں بخیر کو وصیت کرتا ہوں اے میرے بیٹے! حسینؑ اور اس کی اولاد اور بھائی بہنوں اعزۃ اقربا رفقاء اور تمام نبی با شتم کے حق میں پوری وصیت، کسی دن اے یزید اپنی رعیت کے لئے کوئی جدید امر جاری نہ کیجیو جب تک شہزادہ کو نہیں



سیدنا حسینؑ سے مشورہ نہ کر لے۔ تیرا کوئی حکم حسینؑ کے حکم سے بلند نہیں اور تیری کوئی ضرورت ... ان کی ضرورت سے مقدم نہ سمجھی جائے۔ اگر وہ کسی امر میں تجھ سے ناراض ہو گئے تو اللہ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ناراض ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ ان کے جد امجد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو مالک شفاعت عظمیٰ ہیں، قیامت کے دن پہلے اور پچھلے انہی کی امید کریں گے، ان کے باپ مرتضیٰ شیر خدا میں ان کی والدہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہیں جو سردار ہوں گی نہایت کی اور دادی خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں اور سمجھ لے بیٹے اگر لڑنے کوئی زیادتی ان کے ساتھ کی اور ان میں سے کوئی بھی تجھ سے ناراض ہو گیا، تو میں دنیا و آخرت میں تجھ سے بری ہوں اور تو میدان حشر میں مجرموں کے ساتھ جہنم میں جائے گا؟

تاریخ اسلام مصنف ابو نعیم عبدالحکیم خاں شترجاء لدھری  
 و عبدالحمید صاحب حمید ایم اے مطبوعہ کتاب منزل کے  
 صفحہ ۲۹۱ پر حضرت امیر معاویہؓ کا ایک طویل خط درج ہے۔  
 جو انہوں نے انہی وفات سے پہلے ضحاک بن قیس اور مسلم بن

عقبہ کے ہاتھ یزید کو بھیجا کیونکہ یزید آپ کی وفات کے وقت دمشق میں نہ تھا۔ خط کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

”اہل حجاز پر ہمیشہ عنایت کی نظر رکھنا وہ بہتاری اصل  
 و اساس میں جو حجازی بہتارے پاس آئے اس سے اچھا برتاؤ کرنا  
 اسکی عزت اور اس پر احسان کرنا اور جو نہ آئے سگی خبر گیری سے  
 غافل نہ رہنا اہل عراق پر بھی چشم کرم رکھنا شامیوں سے بھی  
 حسن سلوک روا رکھنا۔ خلافت میں بہتارے صرف چار حریف  
 ہو سکتے ہیں جن میں سے ایک حسین بن علیؑ بھی ہیں وہ اگرچہ  
 سادہ مزاج ہیں، لیکن ان کی طرف سے خطرہ یقینی ہے عراقی  
 انہیں بہتارے مقابلے میں لائے بغیر نہ رہیں گے۔ جب وہ  
 بہتارے مقابلے میں آئیں اور تم پر ان پر غلبہ پالو تو درگزر  
 سے کام لینا کہ وہ قریبی عزیز ہیں ہم پر ان کا بڑا حق ہے  
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ ہیں۔  
 تاریخ ابن خلدون حصہ دوم اردو نقیصہ اکیڈمی  
 صفحہ ۶۴ پر علامہ ابن خلدون تحریر فرماتے ہیں۔

”سلسلہ میں امیر معاویہؓ کا انتقال ہوا، اپنی موت  
 سے کھوڑے دنوں پہلے انہوں نے ایک خطبہ دیا جس کے

چند بجے یہ تھے۔ جو میرے بعد حکمران ہو گا اس سے میں بہتر  
ہوں جیسا کہ پہلے مجھ سے بہتر تھے اور جیسا کہ کہا گیا ہے کہ جو  
شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ بھی اس  
کا ملنا دوست رکھتا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ میں تیری حضوری  
چاہتا ہوں تو بھی مجھے اپنی حضوری ہی میں طلب کر لے اور  
یہ مجھے مبارک کر۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ "اس خطبے کو زیادہ  
عرصہ نہیں گزرا تھا کہ بیمار ہو گئے اور مرض میں یوماً فیوماً  
زیادتی ہوتی گئی اپنے بیٹے یزید کو بلا کر فرمایا، "میرے بیٹے  
میں نے تمہارے لئے اسباب سطوت اس قدر فراہم کر دیے  
ہیں کہ کسی نے آج تک نہیں جمع کیا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اس امر  
میں اگر نژاد و مخالفت کریں گے تو قریش کے یہاں چار حسین  
بن علیؑ، عبداللہ بن عمرؑ، عبداللہ بن زبیرؑ، عبدالرحمن بن ابی  
بکرؑ و رضی اللہ عنہم، لیکن ابن عمرؑ ایسے شخص ہیں کہ جن کا سوائے  
عبادت کے کوئی کام نہیں جب کوئی شخص سوائے ان کے بیعت  
کرنے کو باقی نہیں رہے گا تو وہ بھی تمہاری بیعت کر لیں گے،  
اور حسین بن علیؑ ایک سیدھی سادھی طبیعت کے آدمی ہیں۔



مگر اہل عراق ان کو خروج کرنے پر ضرور تیار کر لیں گے، پس اگر یہ تم پر خروج کریں اور تم کو ان پر کامیابی حاصل ہو تو درگزر کرنا ان کا بہت بڑا حق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ نواسے میں الخ؟

مذکورہ بالا تاریخی حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس حد تک اہلبیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا احترام کرتے تھے، ان کی خوشنودی چاہتے تھے، ان کے حقوق کا خیال رکھتے تھے، ان کی عظمت و بزرگی کے قائل تھے، اور ان کو عزیز رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے وفات سے قبل یزید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت کے ساتھ حسن و سلوک روار کھنے کی زبردست ہدایت فرمائی خاص طور پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے نیکی کا برتاؤ کرنے کی وصیت کی اس لئے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے اور ان کا بڑا حق تھا، مگر یزید نے اپنے والد بزرگوار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تمام نصیحتوں اور وصیتوں کی مطلقاً پروا نہ کی اور ان کے خلاف ایسا ظالمانہ اور سفاکانہ قدم اٹھایا کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی، ایسا معلوم ہوتا ہے

کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے  
ساتھ یزید کے اس سلوک کا کچھ احساس ہو گیا تھا، اس بنا پر اسے  
بلا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں خاص ہدایت  
فرمائی اور اپنے آخری خطبے میں یہاں تک فرمادیا کہ ”جو میرے  
بعد حکمران ہوگا اس سے میں بہتر ہوں؟ بلا شک اہلبیت رسول  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر سلوک کرنے میں حضرت  
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی مثال آپ تھے اللہ تعالیٰ انہیں  
اچھی جزا عطا فرمائے۔

## یزید بن معاویہ رضی

تاریخ اسلام صفحہ ۱۳۳ پر تحریر ہے۔

”یزید نام، ابو خالد کنیت، مہسون بنت ہمدان کے  
بطن سے تھا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد امارت میں  
شام میں پیدا ہوا، اس نے شامانہ ناز و نعمت کی گودی میں  
آنکھیں کھولیں اور دولت و حکومت کے گہوارہ میں پرورش  
پائی، امیر معاویہ نے بیٹے کی تعلیم و تربیت خاص اہتمام  
و توجہ سے کی۔ شباب کی پُر بہار منزل میں قدم رکھا تو حسن و

و عشق کے عالم رنگ و بو میں پہنچ گیا۔ شعر و سخن میں کمال حاصل کیا۔ سپاہ گری میں کافی دستگاہ بہم پہنچائی۔ سیر و شکار کا بے حد شوق تھا، لیکن میدان جہاد میں قدم رکھنا پسند نہ کرتا تھا۔ والد نے اصلاح کے لئے سخت جدوجہد کی قسطنطنیہ کی مشہور مہم پر زبردستی روانہ کیا۔ ایک حصہ فوج کی سرداری بھی عنایت کی۔ دودندہ امیر ج بھی بنا کر بھیجا مگر طبعی عیش بند کی کے آگے تربیت کی کچھ پیش نہ گئی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی ہی میں یزید کی ولیہدی کی بیعت لی تھی اس لئے باپ کے بعد رجب سنہ ۴۰ میں بیٹا تخت نشین ہوا۔

ڈاکٹر الطحسین مصر کے نامور نقاد و محقق اپنی کتاب الفتنۃ الکبریٰ کے اردو ترجمہ ”عثمان و علیؓ کے عہد ۵۵۹ء پر لکھتے ہیں

”یزید کی نشو و نما حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مخالف ماحول میں ہوئی وہ شام میں پیدا ہوا اور گورنری کوکھی میں پیدا ہوا جہاں خوشحال اور فارغ السہالی کا درد و دوا تھا۔ خدمت کے لئے بہت سے غلام اور لونڈیاں حاضر تھیں وہ ذہین



چالاک، چالباز، دولت و اقتدار کے لئے سرگرم اور وسائل  
 مہیا آ جانے پر لطف و لذت اندوزی کے لئے وقف ہو جانے  
 والا تھا اس فضا میں یہ قریشی نوجوان بڑا ہوا، تنگدستی دیکھی نہ  
 کبھی روکھے پیکھے کی نوبت آئی۔ زندگی کے لئے نہ کبھی دوڑ دھوپ  
 کی اور نہ کبھی اس راہ میں کبھی کوئی مشقت اٹھانی ہاتھ پاؤں  
 سارا تو طبیعت بہلانے کے مشاغل میں اور دوڑ دھوپ کی  
 توجہ خوش کرنے کی خاطر، اس ماحول میں جب مسلمانوں کی لگام  
 بیزید کے ہاتھ میں آئی تو اس کی سیرت اس کے باپ سے بالکل  
 جدا تھی اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین  
 کی سیرت سے بھی اس کو کوئی نسبت نہ تھی۔

تاریخ ابن خلدون جلد دوم مطبوعہ نفیس اکیڈمی کے  
 صفحہ ۳۷ اور ۵ پر یزید کے متعلق یہ تحریر  
 ”زیاد نے عبید بن کعب ہیری کو بلا کر کہا، میں نے ایک  
 راز سر بستہ میں مشورہ لینے کو بلا یا ہے اور وہ یہ ہے کہ امیر <sup>المؤمنین</sup>  
 (حضرت امیر معاویہؓ) نے مجھے یہ خط لکھا ہے، یزید کی ولیدہ  
 کی بابت مشورہ طلب کیا ہے، کیونکہ لوگوں کے تفر سے وہ  
 خائف ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ لوگ اس امر میں ان کی اطاعت کریں

لیکن مسلمانوں کا اس پر راضی ہونا ایک امر اہم ہے یزید میں  
 آوارگی، بیہوشی، بددیانتی، نااہلی ہے، میرے نزدیک تم  
 امیر المؤمنین سے جا کر ملو اور یزید کے افعال سے مطلع کرو۔  
 اور صاف صاف کہہ دو کہ یہ کام ہونا دشوار ہے، اگر آپ اس  
 کام کو انجام دینا ہی چاہتے ہیں تو عجلت نہ کیجئے۔“

عبید بن کعب نے زیاد کو یہ مشورہ دیا کہ ایسا کرنا مناسب  
 نہیں، بہتر یہ ہے کہ امیر المؤمنین کی رائے سے اختلاف نہ کیا جائے،  
 اور نہ ان کے لڑکے کو برا بتایا جائے، میں پہلے یزید سے خود ملتا  
 ہوں اور اس کو آگاہ کرتا ہوں کہ عوام تمہارے افعال و کردار  
 سے ناراض ہیں، اگر مناسب سمجھو تو تم ان افعال و حرکات کو  
 چھوڑ دو، تاکہ لوگوں کو دشمنی و عہد شکنی کے لئے، قائل کرنے  
 کا زیادہ موقع مل سکے (ابن خلدون) چنانچہ اس پر عمل کیا گیا، اور  
 زیاد نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ اس مسئلہ میں جلدی  
 نہ کیجئے ورنہ لوگ بھڑک اٹھیں گے، اور یہ کام فوت ہو جائے گا،  
 امیر معاویہ خاموش ہو رہے؟ (ابن خلدون)

مورخین کے ان بیانات کی روشنی میں یزید کے سخت حکومت  
 پر آنے سے پہلے یزید کے اخلاق اور اس کے کردار کی اصل حقیقت

ناظرین کے سامنے آگئی اس کے باوجود اسکی ولیعهدی کی بیعت  
لی گئی۔ اور وہ اپنے والد کی وفات کے بعد تخت حکومت پر  
پراجمان ہو گیا۔

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے حضرت امام حسین رضی اللہ علیہ  
کو یزید یوں کے ہاتھوں میدان کربلا میں شہید ہونا تھا، اور یزید  
کے ہاتھ پر اس خون ناحق کی وجہ سے ذلت و خواری کا سیاہ  
داغ لگنا تھا۔ کیونکہ رسول اللہ علیہ السلام نے جہاں حضرت امام  
حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشگوئی فرمائی تھی وہاں  
امارتہ البیان لڑکوں کی امارت سے پناہ مانگنے کی دعا کی  
بھی یقلم رسمی تھی۔ لڑکوں کی حکومت کا آغاز یزید ہی حکومت سے  
ہوا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت، اہل مکہ  
اور اہل مدینہ پر وہ ظلم ڈھائے، کہ تو بہ ہی پھیلی، حرم رسول علیہ السلام  
اور حرم خدا کی وہ بے حرمتی کی کہ العباد یا اللہ، اس کی تفصیل انشاء اللہ  
آپ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

یزید کے برسر حکومت آنے کی دوسری وجہ وہ ہے کہ جو  
مقدمہ ابن خلدون اور مطبوعہ نور محمد اصح المطالع کراچی کے  
صفحہ ۲۲۱ پر تحریر ہے ”مجھے سمجھے کہ ملک و سلطنت عصبت



کا ایک طبعی نتیجہ ہے جس میں اختیار کو کوئی دخل نہیں، عصیت کا خود وجود اس کا متقاضی ہے۔

ابن خلدون عصیت کی طویل بحث کرتے ہوئے اس کی اچھائیاں اور برائیاں واضح کرتے ہیں۔ آخر میں وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یزید کی ولیعہ کی بیعت اسی عصیت ہی کی بنا پر چنانچہ تھے ہیں۔ معاویہؓ نے یزید کو اپنا ولیعہ بنایا، اگر ایسا نہ کرتے تو شورش مچ جاتی کیونکہ بنی امیہ اپنے خاندان سے سلطنت کے منتقل ہونے کو کسی قیمت پر گوارا کرنے کے لئے تیار نہ تھے، یہی خاندانی عصیت ہے اگر معاویہؓ کسی اور کو ولیعہ بناتے تو بنی امیہ خود اس پر پلٹ پڑتے گو اس کے ساتھ پہلے سے کسی قدر بھی حسن ظن ہوتا اور اس کی خوبی میں کسی کو شک و شبہ نہ ہوتا، ورنہ اس کے خلاف معاویہؓ کے بائے میں کوئی خیال کرنا انصاف کا خون کر لیتے، ان سے یہ کب ہو سکتا ہے کہ یزید کے فسق و فجور کو جانتے ہوئے، اس کو اپنا ولیعہ مقرر کر جاتے خدا کی پناہ ان کے بارے میں ایسی بدظنی؟

حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ بادشاہ عادل تھے ابن خلدون کے اس بیان نے حضرت امیر معاویہؓ سے اگرچہ

تمام الزامات کو دور کر دیا ہے تاہم آپ پر یہ الزام کہ آپ نے خلافت کو بادشاہت میں تبدیل کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے، اس کا جواب دوسری طرح سے بھی دینا ضروری ہے، تاکہ غلط اور بے بنیاد الزامات کا پوری طرح سے قلع قمع ہو جائے۔

اس سلسلہ میں صحیح بات تو یہ ہے کہ بنی امیہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ تمام حکمران اگرچہ خلفاء کہلاتے تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ خلفاء نہیں تھے بلکہ بادشاہ تھے اس لئے کہ ان کی حکومت میں خلافت کے رنگ کی بجائے بادشاہت کا رنگ جلوہ گر تھا، اور اگر وہ خلفاء ہی تھے تو ان کی خلافت علیٰ منہاج نبوت نہیں تھی۔

مقدمہ ابن خلدون کے صفحہ ۲۳۲ پر ہے۔

”حضرت عمرؓ جب شام کے دورہ پر تشریف لے گئے اور حضرت معاویہؓ ان کے سامنے شاہانہ تزک و احتشام و لباس و پوشاک میں نمودار ہوئے تو حضرت معاویہؓ نے یہ سچ و صبح ناگوار معلوم ہوئی اور فرمایا معاویہؓ یہ کیا فرعونیت ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین میں ایسے سرحدی مقام پر قیام پھر ہوں کہ دشمن مجھ سے قریب ہیں، جنگ و جہاد و تزک و احتشام سے ان پر رعب و اب

ڈالنے کی ضرورت ہے یہ جواب سن کر حضرت عمرؓ خاموش ہو رہے  
اور چونکہ معاویہؓ نے اپنے فعل کی بنا حق و دین کے مقاصد پر  
رکھی اس لئے حضرت عمرؓ نے ان کے کلام کی تردید نہیں فرمائی۔

تاریخ الخلفاء میں حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ  
فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ لمبے قد، خوبصورت بلور و جیہ  
آدمی تھے آپ کی طرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ کر  
فرمایا کرتے تھے کہ یہ عرب کے کسریٰ ہیں؟

تاریخ الخلفاء میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نے  
فرمایا کہ حضرت امیر معاویہؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خلافت کی  
اس وقت سے امید تھی جس وقت سے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ معاویہؓ جب تو بادشاہ ہو جائے تو  
لوگوں سے اچھی طرح پیش آنا۔

کتب سابقہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر آخر الزما  
کے متعلق یہ پیشگوئی درج تھی کہ وہ مکہ معظمہ میں پیدا ہوں گے  
مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کریں گے اور ان کی بادشاہت  
شام میں ہوگی۔ حضرت امیر معاویہؓ کا تقرر حضرت ابو بکر صدیق  
رضی اللہ عنہ نے شام میں کیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی



آپ کو قائم رکھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ تمام ملک پر حاکم مقرر ہو گئے۔ در تاریخ الخلافہ

اردو انسائیکلو پیڈیا مطبوعہ فیروز سنز میں ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت شان و شوکت کے ساتھ ۱۹ سال حکومت کی۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "حضرت امیر معاویہ بیس سال تک امیر بھی رہے اور خلیفہ" یعنی آپ اپنے دور حکومت میں شاہانہ کھانڈ باٹھ کی وجہ سے بادشاہ معلوم ہوتے تھے اور عدل و انصاف کی بنا پر خلیفہ۔

اس بحث سے واضح طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک عادل و انصاف پسند بادشاہ کی حیثیت سے انیس یا بیس سال تک حکومت کی۔ آپ کے بادشاہ بننے کی پیشگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے تھے۔ مکتب سابقہ میں بھی اس بادشاہیت کے قیام کا کھلا ہوا اشارہ تھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی وجاہت دیکھ کر ان کو "عرب کے کسرئی" فرماتے تھے اب جبکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بادشاہ ہی تھے تو یہ کہنا کیونکہ درست ہو گا کہ انہوں نے خلافت کو

بادشاہت میں تبدیل کر کے بہت بڑی غلطی کی؟  
 حق تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان  
 کے مطابق کہ ”میرے بعد خلافت تیس برس تک رہے گی  
 پھر بادشاہت شروع ہو جائے گی“ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ  
 خلافت کو بادشاہت میں تبدیل کرنے سے الزام سے صاف  
 بری ہو جاتے ہیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شش ماہ  
 زمانہ خلافت کے بعد خلافت راشدہ جو علیؓ مہناج نبوت تھی  
 ختم ہو گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے  
 حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی ایک تو اس  
 لئے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی پوری ہو جائے کہ یہ میرا بیٹا  
 (حضرت حسنؓ) مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کا باعث  
 ہوگا اور دوسرے اس لئے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے  
 فرمان کے مطابق خلافت کا زمانہ ختم ہو گیا تھا اور اب بادشاہت  
 کا دور شروع ہو رہا تھا۔ جس کا آغاز امیر معاویہ رضی اللہ عنہ  
 کے دور حکومت سے ہوا۔

بادشاہت کے قیام کے بعد یزید کو اپنا ولیعہد بنانا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے جائز ہو گیا تھا اگرچہ  
 یزید اپنے فسق و فجور کی وجہ سے اس کا اہل نہ تھا، مگر بقول ابن  
 خلدون "ملک و سلطنت عصبیت کا ایک طبعی نتیجہ ہے جس  
 میں اختیار کو دخل نہیں، عصبیت کا خود وجود اس کا متقاضی ہے۔  
 دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ "اگر معاویہ کسی اور کو دلیعہد بناتے  
 تو بنی امیہ خود اس پر پلٹ پڑتے۔ کیونکہ بنی امیہ اپنے خاندان  
 سے سلطنت کے منتقل ہونے کو کسی قیمت پر گوارا کرنے کے  
 لئے تیار نہ تھے؟

اگر حضرت امیر معاویہ یزید کی جگہ کسی اور کو دلیعہدی  
 کیلئے منتخب کرتے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ پورے ملک میں  
 زبردست شورش برپا ہو جاتی، اور مسلمان ایک دوسرے کو  
 اس کثرت سے قتل کرتے کہ خون کے دریا بہہ جاتے اس طرح  
 اسلامی سلطنت کا وجود ہی خطرے میں پڑ جاتا نہیں کہا جاسکتا  
 کہ اگر ایسی صورت حال پیدا ہو گئی ہوتی تو دشمنان اسلام کے  
 ہاتھوں مسلمانوں کو کیا کچھ دیکھنا پڑتا اور طویل و عریض سلطنت  
 اسلامیہ کا کیا حال ہوتا؟ ان کا وجود آزادی باقی بھی رہتا  
 یا نہیں؟



حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ حیات میں یزید کی اصلاح کی نہ صرف خود کوشش کی بلکہ ان کے بعض مصاحبین نے بھی یزید کو راہ راست پر لانے کی ہر ممکن سعی سے کام لیا۔

ڈاکٹر طاہر حسین مصر کے مورخ و محقق کا بیان ہے کہ "اپنے باپ کے زمانے میں ولیعہد ہونے سے پہلے کی زندگی میں یزید عیش کوشی اور اہل البہسی میں حد سے متجاوز تھا اتنا کہ لوگوں میں یہ بات عام ہو گئی اور زیادہ کو احتیاط کا مشورہ دینا پڑا اور معاویہؓ کی توجہ مبذول کرانی پڑی کہ لڑکے کے چال چلن پر نظر رکھیں اس کے لئے زندگی میں رہنمائی کا وہ سامان ہتیا کریں جو ولیعہد کی امید واری کے مناسب ہو اور جو اس میں ایسی اہلیت پیدا کر دے کہ بعد میں اتنی بڑی حکومت وہ سنبھال سکے چنانچہ امیر معاویہؓ نے اس کی اصلاح کی طرف توجہ کی اور رومیوں سے معرکوں میں اس کو مقابلے کے لئے بھیجا اور اس پر نگرانی رکھی لیکن جیسی اصلاح وہ چاہتے تھے نہ کر سکے اور ہر حکمرانی کے معاملات نے ان کو مصروف رکھا، اور ادھر بے لگام ہوس رانی سے خود صاحبزادے فرصت نہ پاسکے؟

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

”یزید ایک قرشی نوجوان تھا، لہو و لعب کا ولدادہ  
سیر و شکار کا شوقین، شوخ، بے باک، ہوسناک تمازوں  
سے بکیر غافل، امیر معاویہؓ نے اس کو لگام لگائی، رومی  
معرکوں میں بھیجا امیرالبح بھی مقرر کیا یہ سب وسیعہ ہونے کی  
تہیہ تھی، جب دیکھا کہ اب یزید کی روش ٹھیک ہو گئی  
ہے تو دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے اس کے وسیعہ ہونے  
کا اعلان کر دیا“

بہر صورت امیر معاویہؓ نے ذاتی طور پر اور ان کے  
مصاحبین نے یزید کی اصلاح میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت  
نہیں کیا لیکن یزید کے مقدس میں جو رسوائی ازل سے لکھی ہوئی  
تھی، اس کا علاج کسی کے بس کا روگ نہ تھا تاہم حضرت امیر  
معاویہؓ نے اس سلسلہ میں اپنا فرض پورے طور پر ادا کر دیا۔

## یزید کی تخت نشینی

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد  
رجب ۴۰ھ میں یزید بن معاویہؓ تخت نشین ہوا، یہیں

سے اسرارۃ البیان یعنی لڑکوں کی اسارت کا آغاز ہوا کہ  
 جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے پناہ مانگنے  
 کی تعلیم دی کیونکہ اس کی بنیاد ظلم اور زیادتی پر تھی جیسا کہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے ظاہر ہے۔ اِنْ هَذَا  
 الْاَمْرُ بَدَأَ نَبُوَّةً وَرَحْمَةً ثُمَّ يَكُونُ خِلَافَةً وَرَحْمَةً  
 ثُمَّ مَلَكًا عَضُوضًا ثُمَّ مَلَكًا جَبَرِيَّةً وَعُتُوًّا وَفِتْنًا حَادًا  
 فِي الْاَرْضِ يَسْتَحْتَكُونَ الْحَيَاةَ وَالْفُرُوجَ وَالْخُمُورَ  
 یہ کام نبوت اور رحمت سے شروع ہوا، پھر خلافت اور رحمت تھی  
 پھر سخت بادشاہی، پھر سلطنت زیادتی اور ظلم کی اور پھر  
 ملک میں فساد ہوگا، حریر، فروغ اور خمر و شراب کو  
 حلال جانیں گے (منصب امامت صفحہ ۱۷۷ اسماعیل دہلوی)  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک نبوت و  
 رحمت کا زمانہ تھا، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا  
 زمانہ خلافت و رحمت کا زمانہ تھا، سخت بادشاہی حضرت  
 امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ  
 کیونکہ بقول علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ "انہوں نے  
 بیس برس تک اس طرح حکومت کی کہ کسی امیر یا کسی عامل نے



کسی جگہ سر نہیں اٹھایا۔ زیادتی اور ظلم والی سلطنت  
 کی ابتدا یزید ہی سے ہوئی اس کے زمانے میں ملک میں جو فساد  
 ہوئے ان کی مثال ملنا محال ہے۔ اس کے زمانے سے حریر۔  
 فروج اور خمر کو حلال سمجھا جائے لگا اس لئے کہ وہ خود  
 ان باتوں کا دلدادہ تھا۔ گزشتہ اوراق میں اس کی تفصیل  
 بیان ہو چکی ہے۔

مورخین کا بیان ہے کہ یزید نے تخت نشین ہونے کے  
 بعد بھی اپنے افعال کو خیر باد نہیں کہا بلکہ وہ ننگ خاندان  
 ثابت ہوا۔ اس نے اپنے والد کی نصیحتوں کو یکسر نظر انداز کر دیا  
 اس کے چال چلن اور اس کے اخلاق و اعمال میں کوئی نمایاں  
 تبدیلی نہیں ہوئی۔

مصر کے مورخ ڈاکٹر لٹل حسین فرماتے ہیں۔

”اب یہ نوجوان (یزید) آتا ہے اور ایک طویل وعرض  
 سلطنت پا جاتا ہے جس کا رامن تو دوست مالا مال ہے لیکن اس  
 کی سیاست پیچ و رپیچ ہے۔ اس عظیم سلطنت کے بنانے میں  
 اس نوجوان کا کوئی حصہ نہیں۔ اس نے اس کے قیام و استحکام  
 میں نہ کوئی محنت کی نہ مشقت اٹھائی۔ ساکن بن گیا، لیکن

حکومت کی خاطر نہ اس نے لطف و لذت کے متاع چھوڑے  
 اور نہ لہو و لعب کی بیہودگیوں سے باز آیا تخت حکومت پر  
 بیٹھ جانے کے بعد یقین کر لیا کہ دنیا اس کی تابع فرمان ہے  
 اور تمام کام بدستور چلتے رہیں گے اس نے یہ حقیقت اپنے  
 دل سے بالکل بھلا دی کہ باپ نے اس کی حکومت کیلئے دنیا کو  
 سمجھا رکھنے میں کیسی کیسی محنت برداشت کی اور کن کن مشکلات  
 کا مقابلہ کیا (عثمانؓ و علیؓ) اردو ترجمہ صفحہ ۵۶۰  
 تاریخ شام (اردو ترجمہ مولانا غلام رسول مہر)

صفحہ نم ۳۵ پر ہے۔

یزید کی تربیت اس کے والد نے جزوی طور پر بادیہ  
 میں اور خصوصاً ہرم میں کی تھی جہاں اس کا سچی قبیلہ بھرتا  
 رہتا تھا۔ دارالحکومت میں بھی وہ مسیحیوں سے ملتا جلتا  
 رہتا تھا۔ سینٹ جان مذہبی عہدہ داری سے بیشتر یزید کا  
 خاص رفیق تھا، صحرا میں پھرتے پھرتے یزید کو شکار کا شوق  
 پیدا ہو گیا تھا۔ شہر میں ہوتا تو شراب پیتا اور شکر کتا؟  
 اردو انسائیکلو پیڈیا کے صفحہ ۶۳۸ پر ہے۔

یزید امیر معاویہ کا بیٹا فاسق و فاجر تھا، حضرت

امام حسینؑ نے اس کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا؟  
 فاسق کا لغوی معنی ہیں بدکار۔ نافرمان۔ گنہگار۔ پاپی  
 سرکش۔ زناکار۔ (المعجم الاظیم عربی اردو لغات صفحہ ۳۱۳۲)  
 فاجر کے معنی ہیں۔ زناکار۔ بدکار۔ دوسرے کے  
 ساتھ مل کر شرارت کرنے والا۔

المعجم الاظیم عربی اردو لغات صفحہ ۳۱۳۲  
 قرآن کریم میں کئی جگہ فاسقوں کا ذکر آیا ہے۔ اور ان  
 کی علامتیں بھی بیان ہوئی ہیں۔ چنانچہ پارہ اول میں  
 فاسق کی ایک علامت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اللہ کے عہد و  
 اقرار کو توڑ دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَهَآ  
 يُفْلِسُ بِهٖ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ  
 سے کسی کو گمراہ نہیں کرتا سوائے فاسقین کے۔ تفسیر  
 مواہب الرحمن میں ہے کہ جو ہر امرِ حق و سنتِ صحیحہ سے باہر  
 ہو وہ فاسق ہے لیکن فسق کے مراتب ہو جائیں گے۔ چنانچہ  
 جو شخص عملِ سنت سے خارج ہو وہ عملی بدعتی ہے۔ اور جو  
 شخص اعتقادِ سنت سے خارج ہو وہ اعتقادی مبتدع ہے  
 اور جو شخص حرام کا مرتکب ہو اس کو اصطلاح میں فاسق کہتے ہیں



قرآن حکیم نے ناسقین کے متعلق خود فرمایا کہ **الَّذِينَ**  
**يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ** یعنی  
 ناسقین ایسے لوگ ہیں جو اللہ کے عہد کو اس کی مضبوطی کے  
 بعد توڑتے ہیں ایسے لوگ اسلام سے خارج ہیں ایسے لوگوں میں کافر  
 منافق۔ یہود و نصاریٰ۔ خوارج۔ روافض۔ معتزلہ۔ جہمیہ۔  
 نیچر یہ غرضیکہ تمام بد فرقے شامل ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ  
 کے عہد و اقرار کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیتے ہیں۔ مومنین کی  
 صفات میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے **الَّذِينَ يُؤْتُونَ بَعْدَ**  
**اللَّهِ وَلَا يَنْقُضُونَ أَلْمِثَاقَ** یعنی مومن ایسے بندے ہیں جو  
 اللہ تعالیٰ کا عہد پورا کرتے ہیں اور میثاق کو نہیں توڑتے۔  
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آزمانے  
 اور آزمائش میں پورا کرنے کے بعد ارشاد فرمایا تھا۔ رات  
 جا علیک۔ **لِلنَّاسِ أَمَّا صَافِيَةً** ہیں تمہیں تمام لوگوں کا امام  
 بنانے والا ہوں اس انعام کو دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام  
 نے فوراً بارگاہ خداوندی میں عرض کیا **قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي**  
 اور میری اولاد سے یعنی کیا یہ منصب امامت میری اولاد کو  
 سونپ دیا جائے گا **قَالَ لَا يَنْالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ** فرمایا

میرا یہ عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔ مطلب یہ کہ میرا عہد مومنین  
 صالحین کے لئے تو ہے مگر ظالموں کے لئے نہیں۔ رسول اکرم صلی  
 اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت مومنین و صالحین ہیں یہ لوگ  
 امامت کے زیادہ مستحق ہیں۔ اگرچہ دوسرے مومنین و  
 صالحین بھی حقدار ہیں۔

آخر زمانے میں خلافت علی منہاج نبوت پھر وجود میں  
 آئے گی۔ اور حضرت امام مہدی علیہ السلام منصب خلافت و  
 امامت پر فائز ہوں گے۔ اور آپ کا تعلق آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے اہلبیت ہی سے ہوگا۔

یزید نے اہلبیت رسول علیہ السلام کے اُس اعزاز و اکرام  
 کو جو انہیں خدا و رسول علیہ السلام کی بارگاہ سے عطا ہوا تھا۔  
 لحاظ نہیں کیا۔ حتیٰ کہ اس باب میں اُس نے اپنے والد کی نصیحتوں  
 کی پرواہ تک نہ کی۔ اس نے اہلبیت نبوی کی تحقیر و تذلیل  
 میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ اس نے عہد الہی کو توڑ دیا۔ اور فاسقوں  
 میں شامل ہو گیا۔ خدا پناہ میں رکھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند حضرت  
 محمد الحنفیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جاتا ہے کہ "یزید



نماز کی پابندی کرنے والا۔ نیک کاموں میں سرگرم۔ مسائل  
فقہ پر گفتگو کرنے والا اور سنت نبوی کا پیروی کرنے والا۔  
تھا اور یہ کہ یزید جمعہ و عیدین کی بحیثیت امیر جماعت کرانا۔  
نماز کے بعد مجلس علمی منعقد کرتا فقہ و حدیث کے علاوہ علم الانساب  
میں اس کو خاص بہارت حاصل تھی۔

یزید کا نماز پڑھنا۔ یا جمعہ و عیدین کو امامت کرانا  
اس کے متقی و پرہیزگار ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں منافقین بھی نماز پڑھا کرتے  
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے باجماعت نماز ادا کرتے  
آپ کی مجلسوں میں جاتے۔ حضور علیہ السلام کا وعظ بھی سنتے۔ جہاد  
میں بھی شریک ہوتے غرض کہ کئی طرح کے نیک کام کرتے  
مگر ان نیکیوں سے ان کی منافقت میں کوئی فرق نہیں آیا وہ  
منافق ہی رہے۔ اقرآن مجید ان کی مذمت ہی کرتا رہا۔

حضرت محمد الحنفیہ رضی اللہ عنہ نے اگر یزید کو ہنسا  
پڑھتے ہوئے یا نیک کام کرتے ہوئے دیکھ بھی لیا تو اس سے  
یزید کے فتنہ و فحور میں کوئی کمی نہیں آئی۔ وہ پھر بھی فاسق و فاجر  
ہی رہا اس لئے کہ فاسق و فاجر بھی نماز پڑھ لیتا ہے اور نیکو برائی



نیک کام کر لیتا ہے اسکی نیکی اور خالص مومن کی نیکی میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ مشہور کتاب ابریز کے اردو ترجمہ خزینہ معارف کے حصہ دوم میں قطب زماں حضرت شیخ عبدالحزیز دماغ مغربی رحمۃ اللہ علیہ فاسق کی یہ تعریف فرماتے ہیں:-

”فاسق وہ لوگ ہیں جو عبادت کرتے ہیں مگر عبادت اور اطاعت ان کی ذات سے بغیر نیت اور ارادہ سے ہوتی ہے بلکہ اس لئے یہ ان کی عادت بن چکی ہوتی ہے، اس لئے اطاعت کی حالت میں ان کے حرکات و سکنات عادت کی وجہ سے اور طبیعت کی موافقت کی وجہ سے ہوتے ہیں اور اس میں کوئی مقصد نہیں ہوتا لہذا ان کی اس اطاعت سے کوئی غرض نہیں ہوتی نہ صحیح نہ فاسد اسی لئے ان کی عبادت نہ اللہ کے لئے ہوتی ہے اور نہ کسی اور کے لئے ان کی عبادت صرف اس لئے ہوتی ہے کہ یہ ان کی طبیعت اور عادت بن چکی ہوتی ہے؟“

حضرت شیخ مغربی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے یزید کی نمازوں اور اس کی نیکیوں کی حقیقت واضح ہو گئی، وہ چونکہ فاسق و فاجر تھا اس لئے اس کا نماز پر حنا وغیرہ محض طبیعت کی موافقت اور عادت کی وجہ تھا نہ اس میں اس کی نیت کہ دخل تھا نہ

اس کے ارادے کو اور نہ اسکی یہ عبادت خدا کے لئے تھی جو  
کچھ تقاسب بے مقصد تھا۔

اگر وہ عالم تھا اور فقہ و حدیث کا ماہر تھا، تو کیا قرآن  
اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے اہلبیت  
نبوی کی فضیلت اور ان کی شرافت و بزرگی معلوم نہیں ہوئی؟  
کیا احادیث میں اس نے یہ نہیں پڑھا کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم اپنے اہلبیت خصوصاً حضرت فاطمہ الزہراء علیہا السلام  
اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم سے بے پناہ محبت کرتے  
تھے؟ کیا احادیث سے مزید کوئی معلوم نہیں ہوا کہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اہل بیت سے محبت کرنے  
اور ان کا احترام کرنے کی ہدایتیں فرمائی ہیں؟ اگر ان باتوں کا  
جواب اثبات میں ہے تو پھر یہ بتایا جائے کہ پیغمبر نے اہلبیت رسول  
علیہ الصلوٰۃ والسلام بالخصوص حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ  
کے ساتھ جو کچھ کیا اور کروایا کیا معاذ اللہ یہ ان کے ساتھ  
اظہار محبت اور اظہار اکرام تھا؟ کیا یہی سنت نبوی کا اتباع  
ہے؟ وہ یقیناً فاسق و فاجر تھا، اور فاسق و فاجر اللہ تعالیٰ  
کا نافرمان اور امر حق سے انکار کرنے والا ہوتا ہے۔

اب رہی یہ بات کہ اس کو علم لافساب میں خاصی مہارت تھی، اگر ایسا ہی تھا تو کیا اسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کی شرافت کا علم نہیں تھا؟

اگر کہا جائے کہ تھا تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسب سے تعلق رکھنے والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ یزید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسب سے تعلق رکھنے والے بزرگوں کے ساتھ جو جو برتاؤ کیا اس نے یزید کو دنیا میں ذلیل و خوار اور آخرت میں خائب و خاسر کر دیا۔ یزید نے آنحضرت علیہ السلام کے قرابتداروں کے ساتھ محبت کی بجائے بے مثال دشمنی کی اور ان کے اعزاز و اکرام کی جگہ بزرع خویشی ان کی انتہائی تحقیر و تذلیل کی اور اس طرح خود ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حقیر و ذلیل ہو گیا۔

### آیت مودۃ

آیت مودۃ قل لا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ سے امت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتداروں اور گھر والوں کی محبت واجب ہو جاتی ہے۔ یزید نے اس وجہ سے انکار کیا تو ناسق ہو گیا کیونکہ ہر امر حق



سے انکار کرنے والا فاسق ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ السلام سے فرمایا کہہ دیجئے میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا، مگر محبت قرابت کی۔ تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "قریش کے جس قدر قبیلے تھے سب کے ساتھ حضور کی رشتہ داری تھی، تو مطلب یہ ہے کہ تم اس رشتہ داری کا لحاظ رکھو جو مجھ میں اور تم میں ہے، اس میری قرابت کا جو حق، تم پر ہے وہ ادا کرو، مسند احمد میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، کہہ دیجئے کہ میں نے تمہیں جو دیلیں دی ہیں جس ہدایت کا راستہ بتایا ہے تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا، سوائے اس کے کہ تم اللہ کو چاہنے لگو اور اس کی اطاعت کی وجہ سے اس سے قرب اور نزدیکی حاصل کرو۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ تم میری قرابت کے ساتھ احسان اور نیکی کرو، آیت مودۃ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے موافق قریش کے تمام قبیلوں سے محبت کرنے اور ان کا لحاظ رکھنے کا وجوب نکلتا ہے، لیکن اس میں بھی تخصیص خاندان نبی ہاشم ہی کی ہوگی، اس لئے

کہ حضرت واثلہ بن اسقع کی روایت کے مطابق قبائل قریش میں  
فضیلت نبی ہاشم ہی کی ثابت ہوتی ہے یہ روایت مسلم شریف  
میں ہے۔

عن واثلہ بن الّا سقع قال سمعت رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ اصطفیٰ  
کنانہ من ولد اسمعیل واصطفیٰ قریشاً من  
کنانہ واصطفیٰ من قریش بنی ہاشم واصطفاٰنی  
من بنی ہاشم حضرت واثلہ ابن اسقع رضی اللہ عنہ سے  
روایت ہے کہا انہوں نے کہ سنائیں نے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسمعیل سے  
کنانہ کو برگزیدہ کیا، کنانہ سے قریش کو، قریش سے اولاد ہاشم  
کو اور اولاد ہاشم سے مجھ کو برگزیدہ فرمایا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں  
اسی حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ "پس وہی صلی اللہ علیہ  
وسلم برگزیدہ ترین برگزیدگان و خلاصہ خلاصہا باشند"  
پس ثابت ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب میں برگزیدہ اور  
سب کے خلاصہ ہیں۔

مسلم کی حدیث سے یہ واضح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریش کے تمام قبائل رشتہ داری کی بنیاد پر واجب الاحترام تو ضرور ہیں۔ مگر بنی ہاشم کا قبیلہ ان میں ممتاز ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی ہاشم میں برگزیدہ ہونے کی وجہ سے تمام قبائل میں برگزیدہ ہیں اس لئے آپ کا ادب و احترام سب سے زیادہ ہے اور اسی ادب و احترام کے مستحق آپ کے قرائب و اقرب ہیں کہ انہیں آپ سے نسبت و قرابت ہے۔ اور آیت مودۃ کی رو سے یہی سب سے زیادہ محبت کے حق دار ہیں ؟

یزید نے انہی سے زیادہ دشمنی کی، انہی کو سب سے زیادہ ستلایا۔ اور اس بنا پر خدا و رسول علیہ السلام کا معتب و محسوب ہوا گیا اور عامۃ الناس میں بدنام و رسوا ہو گیا۔

مسند احمد کی روایت کے مطابق قرنی سے مراد اللہ کی اطاعت کی وجہ سے اس کا قرب اور نزدیکی حاصل کرنا ہے تو اس قرب و نزدیکی کے لئے بھی اللہ کی اطاعت کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے گھر والوں سے محبت کرنا اور ہر بات میں ان کا لحاظ رکھنا اللہ



اطاعت سے باہر نہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود ایسا کرنے کی ہدایت فرمائی ہو، یزید نے اس کے خلاف کیا اس لئے اسے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب نہیں ہو سکا بلکہ وہ رحمت و رضوان الہی سے بہت دور جا پڑا۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے صَوْحَةَ فی القربیٰ کا ترجمہ کیا ہے کہ میری قرابت کے ساتھ احسان اور نیکی کرو یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے اہلبیت ہی مراد ہیں جن سے احسان و نیکی کا خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا جا رہا ہے۔ یزید نے بالکل اس کے خلاف کیا لہذا مورد عتاب الہی بنا اس کی دلیل یہ ہے کہ مسلمان اس کا نام برائی سے لیتے ہیں اور اس کی بد اعمالیوں اور بد کرداریوں کی وجہ سے اسے اچھا نہیں کہتے۔

تفسیر ابن کثیر میں آیت مودۃ کے شرح میں ابوالدلمیم کی روایت سے لکھا ہے کہ جب حضرت علیؑ بن حسینؑ کو قید کر کے لایا گیا اور دمشق کے بالاخانے میں رکھا گیا، تو ایک شامی نے کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں قتل کرایا اور ہمارا ناس کرا دیا اور فتنہ کی ترقی کو روک دیا یہ سن کہ آپ نے

فرمایا کیا تو نے قرآن بھی پڑھا ہے اس نے کہا کیوں نہیں؟  
 فرمایا اس میں حکم والی سورتیں بھی پڑھی ہیں؟ اس نے کہا  
 واہ سارا قرآن پڑھ لیا اور حکم والی سورتیں نہیں پڑھیں؟  
 آپ نے فرمایا پھر کیا ان میں اس آیت کی تلاوت تو نے نہیں کی  
 قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِكُ لَهُ فِي الْقُرْبَى  
 یعنی میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا مگر محبت قرابت کی  
 اس نے کہا پھر کیا تم وہ ہو!؟  
 آپ نے فرمایا

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی اس تقریب سے  
 بھی ثابت ہوا آیت مودۃ میں قربی سے مراد رسول اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے قرائد ارہیں۔  
 حضرت عمرو بن شعبہؓ سے جب اس آیت کی تفسیر  
 پوچھی گئی تو فرمایا مراد قرابت رسول علیہ السلام ہے۔  
 علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں، ”اہلبیت کے ساتھ احسان و  
 سلوک اور ان کا اکرام و احترام ضروری چیز ہے۔ روئے زمین  
 پر ان سے زیادہ پاک اور صاف ستھرا گھراؤ اور نہیں  
 حسب و نسب میں اور فخر و مباہرات میں بلا شک یہ سب سے

اعلیٰ ہیں بالخصوص ان میں سے وہ جو متبع سنت نبی علیہ السلام  
 ہوں جیسے کہ اسلاف کی روش یعنی حضرت عباسؓ اور  
 آل عباسؓ حضرت علیؓ اور آل علیؓ رضی اللہ عنہم اجمعین۔  
 ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے عرض کیا کہ قریش باتیں کرتے ہوتے ہیں ہمیں  
 دیکھ کر چپ ہو جاتے ہیں۔ یہ سنکر مارے غصے کے آپ کی  
 پیشانی پر بلی پڑ گئی اور فرمایا کہ واللہ کسی مسلمان کے دل  
 میں ایمان جاگزیں نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اللہ کے لئے  
 اور میری قرا تباری کی وجہ سے محبت نہ کئے۔ (ابن کثیر)  
 صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ  
 نے فرمایا: ”لوگو! حضور علیہ السلام کا لحاظ حضور کی اہلبیت  
 میں رکھو۔ ایک اور صحیح روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت  
 علیؓ سے فرمایا: خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے قرا تباروں سے سلوک کرنا مجھے اپنے قرا تباروں کے  
 سلوک سے بھی پیارا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ  
 سے فرمایا: واللہ تمہارا اسلام لانا مجھے اپنے والد خطاب



کے اسلام لانے سے بھی اچھا لگا اس لئے کہ ہمارا اسلام حضور کو  
خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب تھا۔

شیر احمد صاحب عثمانی و مرحوم اس آیت کی شرح میں لکھتے ہیں۔  
”کوئی شبہ نہیں اہل بیت اور اقارب نبی کریم صلی اللہ علیہ  
وسلم کی محبت و تعظیم اور حقوق شناسی امت پر لازم و واجب  
ہے اور جزا ایمان ہے، اور ان سے درجہ بدرجہ محبت رکھنا  
حضور علیہ السلام کی محبت پر متفرد ہے۔“

یزید نے حضرت امام حسینؑ اور اہلبیت رسول صلی  
اللہ علیہ وسلم کے خلاف ظالمانہ اور معاندانہ اقدام کر کے  
قرآن و حدیث اور سنت صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف علم  
بغاوت بلند کیا اس پر بھی اسے حق پر اور حضرت امام حسین  
رضی اللہ عنہ کو (معاذ اللہ) غلطی پر سمجھا جائے تو یہ انتہائی  
قتاوت قلبی ہے اور کھلی ہوئی گمراہی ہے۔

بہار شریعت جلد اول صفحہ ۷۶ پر ہے۔  
”حضرت حسین رضی اللہ عنہما یقیناً اعلیٰ درجہ شہید  
کرام سے ہیں ان میں کسی کی شہادت کا منکر گمراہ بدرجہ  
خاسر ہے، یزید پلید فاسق فاجر مرتکب گناہ تھا۔“

معاذ اللہ اس سے اور ریحانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کیا نسبت اہلبیت  
کرام رضی اللہ عنہم مقتدایان اہل سنت ہیں جو ان سے  
محبت نہ رکھے مردود ملعون خارجی ہے۔

البتہ یزید کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے میں  
علمائے اہل سنت کے تین قول ہیں اور ہمارے امام اعظم  
رضی اللہ عنہ کا مسلک سکوت ہے یعنی اسے فاسق و  
فاجر کہنے کے سوا نہ کافر کہیں نہ مسلمان۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ حصہ

اول صفحہ ۱۳۱ پر تحریر ہے۔

”یزید کو اگر کوئی کافر کہے تو ہم منع نہ کریں گے اور  
خود نہ کہیں گے۔“

یزید فاسق و فاجر تو کتنا ہی اب رہی یہ بات کہ  
اس پر لعنت جائز ہے یا نہیں ؟ یا اسے کافر کہا جاسکتا  
ہے یا نہیں ؟ اس سلسلہ پر انشاء اللہ آئندہ صفحات  
میں تفصیلی بحث کی جائے گی۔ اب ذرا حضرت مولانا  
حلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں یزید کا مقام

ملاحظہ فرمائیے۔

ابریز کے اردو ترجمہ خزنۂ معارف کے صفحہ ۴ پر ہے  
 ”اس میں کوئی شک نہیں کہ جعلی اور بناوٹی صوفی  
 حقیقی اولیاء اللہ اور صوفیاء کے بھیس میں لوگوں کے  
 سامنے آ کے ان کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالتے اور طرح طرح  
 کی چالوں سے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں جس سے حقیقی صوفی  
 اور اہل طریقت بدنام ہو جاتے ہیں اور لوگ ان سے بھی  
 بدظن ہو جاتے ہیں انہی صوفی نما لوگوں کے متعلق مولانا  
 رومؒ فرماتے ہیں۔

حرف درویشاں بدزیدہ ہے تا گمان آید کہ ہست او کے  
 خوردہ گیر و در سخن بربایزیدہ ننگ دارد از درون اویزید  
 ہر کہ داند مرد را چوں بایزیدہ روز محشر حشر گردد و بایزید  
 (مشوئی دفتر اول)

یہ صوفی نما لوگ صوفیوں کے الفاظ یاد کر لیتے ہیں تاکہ  
 لوگوں کو ان کے متعلق بھی صوفی ہونے کا گمان ہو، یہ لوگ  
 اپنی تقریروں میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ بھی  
 حکمت چینی کر جاتے ہیں، حالانکہ ان کا باطن اس قدر سیاہ



ہوتا ہے کہ اسے دیکھ کر یزید کو بھی شرم آجائے لہذا  
 جو شخص ایسے آدمی (صوفی نما) کو بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ  
 جیسا سمجھے، گا اس کا حشر یزید کے ساتھ ہوگا۔

مولانا روم علیہ الرحمۃ نے ان اشعار میں یہ حقیقت  
 واضح فرمائی ہے کہ کچھ لوگ حقیقی اولیاء کی باتیں یاد کر کے  
 صرفیہ کے روپ میں لوگوں کو دھوکہ اور فریب دیتے ہیں  
 اور خود کو حقیقی صوفی ظاہر کرتے ہیں، بلکہ اکابر اولیاء  
 اللہ پر بھی نکتہ چینی کر جاتے ہیں، تاکہ عوام کی نظروں میں  
 ان کا بہت بڑا مقام ظاہر ہو، حالانکہ یہ لاشعہ ہوتے ہیں  
 ان کا باطن بد اعمالی کی وجہ سے ایسا تاریک ہوتا ہے کہ  
 یزید جیسے سیاہ دل کو بھی ان کی حالت دیکھ کر شرم آجائے  
 مولانا فرماتے ہیں کہ ایسے بناؤں صوفیوں کا حشر یزید ہی  
 کے ساتھ ہوگا، کیونکہ ان کی اور یزید کی حالت یکساں ہے  
 من تشبہ یقوم فہو منہم۔

یزید اگر نمازیں پڑھتا تھا، نماز ادا کرتا تھا، حسین صبر کے  
 نامور محقق اور نقاد کی روایت ہے کہ یزید نمازوں سے یکسر  
 غافل تھا، جمعہ وعیدین کی امامت کرتا تھا، فقہ و حدیث

اور علم الانساب میں مہارت رکھتا اور نمازوں کے بعد  
 علمی مجلسیں لگاتا تھا، تو یہ سب کچھ محض دکھانے کے لئے تھا،  
 تاکہ لوگ اسے عالم اور نمازی سمجھیں وہ جو کچھ بھی کرتا تھا محض  
 نقالی کرتا تھا اور اس طرح لوگوں کو دھوکہ اور فریب دیتا تھا۔  
 اور عوام کی نظر میں بزرگ اور صاحب فضیلت بنا چاہتا تھا  
 اس چال بازی اور مکاری میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہوا  
 کہ اس کے چند مداح پیدا ہو گئے کہ چلوں نے امام حسین رضی اللہ  
 جیسی بے مثال شخصیت سے اس کو افضل سمجھا، یزید کو  
 امیر المؤمنین خلیفہ اور نہ جانے کیا کیا کہا اور حضرت امام حسین  
 رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ باغی قرار دیا مولانا روم علیہ الرحمۃ  
 کے نزدیک یزید بد باطن اور سیاہ دل ہے اور یہی حق ہے  
 اس نے وہی روش اختیار کی جو بناوٹی صوفی صوفیوں  
 کے خلاف اختیار کرتے ہیں، یزید نے صرف اپنے سے کہیں افضل  
 بلکہ روئے زمین پر سب سے زیادہ افضل شخصیت حضرت  
 امام حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف لب کشائی کی اور اس طرح  
 خود کو ان سے افضل ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی اب ایسی  
 ہی ناکام کوششیں اس کے ہی خواہ کر رہے ہیں کہ وہ اپنے

کے دل سے بھی زیادہ سیاہ ہیں ان کا شر یزید ہی کے  
ساتھ ہوگا۔ انشاء اللہ۔

## یزید بن معاویہؓ خدا کے حضور

رَاٰلَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي  
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا  
وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اٰلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاٰلَ الْمُؤْمِنَاتِ بَغْيًا  
مَّا كُتِبَ لَهُمْ فَقَدْ اٰحْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا

(پارہ ۲۲۰۔ سورہ احزاب)

بے شک جو ایسا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ  
کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ ان کے لئے ذلت  
کا عذاب تیار کر رکھتا ہے اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں  
کو بے کئے ستلتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔  
تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ یہ آیت عام ہے کسی طرح بھی خدا کے  
رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف دے وہ اس آیت کے  
ماتحت ملعون اور معذب ہے اس لئے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا گویا خدا کو ایذا دینا ہے جس طرح



آپ کی اطاعت عین اطاعتِ خدا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں ہمیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں دیکھو خدا کو بیچ میں رکھ کر میں تم سے کہتا ہوں کہ میرے اصحاب کو میرے بعد نشانہ نہ بنالینا، میری محبت کی وجہ سے اللہ سے بھی محبت رکھنا ان سے بغض و پیر رکھنے والا مجھ سے دشمنی کرنے والا ہے انہیں جس نے ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی، اس نے خدا کو ایذا دی اور جس نے خدا کو ایذا دی یقین مائل کہ خدا اس کی بھوس سی اڑا دے گا۔

کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں پر کربلا کے میدان میں یزید اور یزیدیوں کے ہاتھوں جو کچھ ہوا اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا نہ پہنچی ہوگی، یقیناً آپ کی روح مبارک تڑپ اٹھی ہوگی اور آپ مضطرب الحال ہو گئے ہوں گے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ کے نواسے ہیں، آپ ان کو اپنا بیٹا فرمایا، ان کو اپنا پھول قرار دیا انہیں صرف اپنا ہی محبوب نہیں بتایا بلکہ خدا تعالیٰ سے درخواست کی کہ یا اللہ تو بھی اسے محبوب رکھ، اور حضرت علی، حضرت فاطمہ الزہرا حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کے بارے میں

ارشاد فرمایا کہ جو ان سے جنگ کرے گا میں ان سے جنگ کرنے والا ہوں۔ حسین کریمین کو غتی نو جوانوں کا سردار فرمایا، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ خدا سے دوست رکھے جو حسینؑ کو دوست رکھے۔ ان تمام ارشادات نبوی امام حسین رضی اللہ عنہ کے جن بلند مقامات کی طرف اشارہ ہوتا ان کے پیش نظر یزید نے آپ کے ساتھ جو سلوک کیا اُس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذا پہنچی اس طرح یزید نے خدا تعالیٰ کو بھی ایذا پہنچائی۔

اللہ اور رسول علیہ السلام کو ایذا پہنچانے والے کے لئے اس آیت میں جو عذاب رکھا گیا ہے، وہ دُنیا و آخرت میں اُس پر خدا کی لعنت ہے اور دردناک عذاب ہے، یزید اہلبیت رسول علیہ السلام کے ساتھ اپنے بدترین سلوک کی وجہ سے خدا کی لعنت سے نہ دُنیا میں بچ سکا نہ آخرت میں بچے گا اس کے لئے وہاں دردناک عذاب بھی ہوگا، عالم برزخ میں نہیں کہا جاسکتا کہ اس پر کیا گزر رہی ہوگی؟ آخرت کے عذاب کو تو انشاء اللہ سب ہی دیکھ لیں گے۔

آیت کا درمراحہ جس میں فرمایا گیا ہے وَالَّذِينَ

يَوْمَ زُورٍ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بغيرِ مَا اتَّسَبُوا  
فَقَدْ احْتَمَلُوا بِحَقِّهَا قَرَأْتُمْهَا صَبِيحًا وَاَدْرَجَ  
ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں  
نے بہتان اور کھلا گنا اپنے سر لیا۔

تفسیر کنز العرفان میں اس آیت کا شان نزول یہ لکھا  
ہے کہ ”یہ آیت منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو حضرت  
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ایذا دیتے تھے اور ان کے حق میں  
ہر گوی کرتے تھے؟“

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ”جو لوگ ایمانداروں کی طرف  
ان برائیوں کو منسوب کرتے ہیں جن سے وہ ہری ہیں وہ بڑے  
بہتان باز اور ربرست گناہگار ہیں۔“

یزید کے دوستوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے  
کے بارے میں یزید کا ساتھ دیکر اس کی بدعت سرائی میں اس  
حد تک غلط کیا کہ انہوں نے اسکی تمام ظالمانہ کارروائیوں  
کو غلط استدلال کے ذریعہ سے حق پر مبنی قرار دیا اسے خلیفہ  
برحق مانا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی کہہ دیا۔ امام حسین  
رضی اللہ عنہ پر بغاوت کا یہ الزام کھلا ہوا بہتان ہے اسکی



حقیقت تو آپ انشاء اللہ آئندہ صفحات میں معلوم کریں گے  
 یہاں صرف اتنا کہنا ہے کہ آیت بالاکہ رو سے مومنین پر بہتان  
 باندھنے والا ان کو بلا وجہ ستانے والا۔ بقول علامہ  
 ابن کثیر زبردست گناہگار ہے۔ امام علیہ السلام پر یہ بہتان  
 باندھنے والے اگر بغیر توہم کئے مر گئے تو زبردست گناہگار  
 میں گئے، اور اس گناہ کا خیارہ انہیں دنیا و آخرت میں  
 جہنمنا پڑے گا، خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم  
 جن کی تشریف کریں جو لوگ ان کو برا کہیں گے، وہ یقیناً مورد  
 لعنت الہی ہوں گے اور ان پر لعنت بھیجی جائے گی۔

## یزید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور

بخاری شریف کتاب النکاح میں حضرت مسور بن محترہ

رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے، فرماتے ہیں،

”میں نے منبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک

سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ ہشام بن مغیرہ دجو ابو جہل کا باپ

تھا، اس کی اولاد نے مجھ سے اجازت مانگی کہ وہ انہی لوگوں کی

کا نکاح علی بن ابی طالب سے کریں، فَلَا اخَیْنِمْ لَا

اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تُوں تو اجازت نہیں دیتا ہرگز  
 کبھی اجازت نہیں دوں گا، ہرگز اجازت نہیں دیتا، ہاں  
 یہ ہو سکتا ہے کہ ابو طالب کا بیٹا حضرت علیؑ میری  
 بیٹی حضرت فاطمہؑ زہراؑ کو طلاق دیدے وَ يَبْعُ ابْنَهُم  
 اور ان کی بیٹی سے نکاح کرے فَانْمَأَرَهِيَ بَضْعَةً فَتَنْبِيْرُ  
 يَبْنِيْ مَا اَرَا بَحْثًا وَ يُوْنِيْ نَبِيْ مَا اِيْ اَهَابَات  
 یہ ہے کہ فاطمہؑ میرے جگر کا ایک ٹکڑا ہے جو اس کو ہرا  
 لگے مجھ کو بھی ہرا لگتا ہے اور جس چیز سے اس کو تکلیف ہو مجھ کو  
 بھی م سے تکلیف ہوتی ہے۔

شریعت محمدیہ میں اگر استطاعت ہو تو مرد چار بیویاں  
 ایک وقت نکاح میں رکھ سکتا ہے۔ مگر اس حدیث میں آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سیدہ  
 فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں نکاح ثانی سے منع کر رہے  
 ہیں اور اس کی وجہ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر حضرت علی رضی  
 اللہ عنہ نے کسی دوسری عورت سے شادی کر لی تو سو کن  
 کے آجانے سے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو تکلیف  
 ہوگی اور چونکہ وہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے اور میری اولاد ہونے

کی وجہ سے مجھے محبوب ہے اس لئے سوکن کا آنا جہاں  
اس کی تکلیف کا باعث ہوگا وہاں مجھے بھی اذیت پہنچے گی حضرت  
علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس  
ارشاد کو سنکر نکاح ثانی کے ارادے سے باز آگئے۔

وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا  
دینے والے کی کیا سزا ہے؟ اس لئے آپ اپنے ارادے  
سے دستکش ہو گئے۔

مولوی وحید الزمان خان بخاری شریف کی شرح

تیسیر الباری میں اس حدیث کی تفسیر میں لکھتے ہیں،

”تو حضرت فاطمہ زہراءؓ کو ایذا دینا گویا آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا ہے دوسری روایت میں

یوں ہے، میں حرام کو حلال نہیں کرتا نہ حلال کو حرام کرتا ہوں

لیکن خدا کی قسم رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص

کے پاس ملکر نہیں رہ سکتیں معلوم ہوا کہ یہ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھا کہ آپ کی بیٹی کے

نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری عورت کرنا ناجائز تھا یہ

یہ خطبہ آپ نے اس وقت فرمایا آنحضرت علیؓ کے دشمنوں



نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ لگا دیا کہ علیؑ کا  
 ارادہ پکا ہو گیا ہے کہ وہ ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کریں۔  
 اس خطبہ کے بعد حضرت علیؑ نے فوراً وہ پیغام ترک کر دیا  
 حافظ نے کہا کہ جب حضرت فاطمہؑ کو ایذا دینا آنحضرت کو  
 ایذا دینا ہوا تو اب خیال کرنا چاہیے کہ جن لوگوں نے امام  
 حسنؑ کو زہر دیا اور امام حسینؑ کو شہید کیا یا ان کی شہادت  
 کا باعث ہوئے ان کا گناہ کیسا سخت ہوگا۔ دینا ہی میں ان کو  
 سزا ملی، اور آخرت میں تو بڑا سخت عذاب ہونے والا ہے  
 مترجم کہتا ہے کہ اس صحیح حدیث سے مزید پلید اور اس کے  
 اعوان و انصار کا موذی رسول اللہ ہونا ثابت ہے، کیونکہ  
 امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے قتل سے زیادہ اور کوئی ایذا  
 حضرت فاطمہؑ کی نہیں ہو سکتی اور اس آیت سے . . .  
 ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لنعذبہم اللہ  
 فی الدینا و الآخرۃ و اعذابکم عذابا مہینا  
 سے اللہ اور رسولؐ کو ایذا دینے والوں پر لعنت کرنا جائز  
 نکلتا ہے۔ لہذا مزید پلید اور ابن زیاد بد نہاد اور عمرو بن  
 سعد شقی اور شمر لعین اور سنان بن انس نخعی اور خولی وغیرہ

فَاتِلِينَ اِمَامِ حَسَنِؑ کے ملعون ہونے میں کیا شک ہے تعجب ہے ان لوگوں پر جنہوں نے ایسے ظالموں بدکاروں پر لعنت کو ناجائز قرار دیا ہے۔

یزید پلید کے باعث قتلِ اِمَامِ حَسَنِؑ ہونے کا انکار کیا ہے، حالانکہ متواتر نقلوں سے ثابت ہے کہ یزید ہی نے ابن زیاد کو حکم دیا تھا کہ یا اِمَامِ حَسَنِؑ سے بیعت لو یا ان کو قہر کر کے میرے سامنے لاؤ یا قتل کرو۔ اور جب سر مبارک اِمَامِ حَسَنِؑ کا اس کے سامنے لایا گیا، تو مردور تے خوشی کی، اہپ کے منہ مبارک پر چھڑی ماری اہلبیت رسالت کی بے حرمتی کی۔  
لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلَیْہِ وَعَلَیْ اَعْوَانِہٖ وَاَنْصَارِہٖ  
اِلٰی یَوْمِ الْقِیَمٰتِ وَاَعْتَدْ لَہٗ عَذَابًا عَظِیْمًا۔

کہا جاتا ہے یزید نے عبید اللہ ابن زیاد کو اِمَامِ حَسَنِؑ رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا، ابن زیاد نے یہ تمام کارروائی اپنی خوشی سے کی، تاکہ وہ اس کا رونا سے یزید کو خوش کر کے کوئی بڑا انعام حاصل کرے، لیکن دنیا کی کسی کتاب میں یہ بات نہیں ملتی کہ یزید اِمَامِ حَسَنِؑ رضی اللہ عنہ کے قتل سے ناخوش ہوا اور اس نے ابن زیاد کو اس پر سزا بخشی

یزید کے اس عمل سے صاف ظاہر ہے کہ ابن زیاد نے امام حسینؑ کو یزید ہی کے حکم سے قتل کیا اگر ایسا نہ ہوتا، تو یزید ابن زیاد سے ضرور سختی سے باز پرس کرتا، اور اس کو قرار واقعی نہ دیتا۔

اب رہی یہ بات کہ کیا یزید کو کافر کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یزید نے چونکہ کفر کیا، اس لئے اسے کافر کہا جائے گا، کفر کے لغوی معنی ہیں، چھپانا، ڈھانکنا۔ پیشہ سکرنا، (المعجم الاعظم اردو عربی لغات صفحہ ۳۹۳) کافر کے سہا پی ہیں۔ چھپانے والا، اللہ کی نعمتوں کا انکار کرنے والا، بیدین، لامذہب، ضد مومن، ناشکر۔

(المعجم الاعظم صفحہ ۳۹۴)

جو شخص حقیقت کو چھپائے اور اللہ کی نعمتوں کا انکار کرے وہ بیدین، لامذہب، غیر مومن اور ناشکر ہے۔

یزید نے اہلبیت اطہار کی ان فضیلتوں اور بزرگیوں کا عملی طور پر انکار کیا، جو فضیلتیں اور بندگیاں اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام نے اہل بیت کے متعلق قرآن اور حدیث میں بیان فرمائیں، لہٰذا کفر کا مرتکب ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کے متعلق فرمایا **فَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ**



ابلیس اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ بس سجدہ کیا  
سب فرشتوں نے سوا شیطان کے انکار کیا اس نے اور  
غرور کیا اور ہو گیا کافروں سے .

ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کے تمام مراتب و درجات  
آنکھوں سے دیکھیں ، اللہ نے انہیں اپنا خلیفہ بنایا علم الاسماء  
عطا کر کے فرشتوں پر نہ صرف فضیلت تامہ بخشی بلکہ فرشتوں  
سے سجدہ حکم کر دیا . ابلیس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے  
سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ اس نے اپنے آپ کو آدم علیہ السلام  
سے (معاذ اللہ) افضل تصور کیا . اس نے کہا اے خدا  
خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخُلِقْتَ مِنْ طِينٍ تو نے مجھے آگ  
سے پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے اس کے دل میں  
تکبر اور غرور سمایا ہوا تھا . چنانچہ اس نے اپنا تیاں لگایا اور  
کہنے لگا میں آدم کے واسطے سجدہ نہیں کروں گا ، کیونکہ میں اس  
سے بہتر ہوں اور سن میں زیادہ ہوں اور خلقت میں بھی  
قوی و اشرف ہوں ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آگ سے پیدا  
کیا اور اس کو خاک سے آگ قوی اور بہتر ہے اس تیاں آرائی  
کی بنا پر کان من الکافرین وہ کافروں سے ہو گیا (تفسیر مزاہل المصطفیٰ)

منستریں نے کان کے دو معنی لئے ہیں اول یہ کہ وہ شروع ہی سے اللہ کے علم میں کافر تھا اور دوسرے کان صار کے معنی میں استعمال کیا ہے یعنی تکبر و غرور اور سجد سے انکار کی وجہ سے کافر ہو گیا۔

یزید اگر عالم تھا تو اسے اہل بیت کے فضائل سے اور ان کی تعظیم و تکریم، ادب و احترام، شرف و بزرگی کے احکام قرآن و حدیث سے معلوم ہو چکے تھے، اس نے اپنے والد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حسین کریمین رضی اللہ عنہما کو آئے جاتے دیکھا ہو گا، اس نے یہ نظارے اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کئے ہوں گے کہ حضرت امیر معاویہ کس طرح ان شاہزادوں کا اکرام کرتے ہیں، کس طرح ان کے حقوق کو دوسروں کے حقوق پر مقدم جانتے ہیں اور یہ کہ ان کے لئے اگر اقتدار و طاقت مقرر کر رکھے ہیں، پھر اس پرستارویہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ذات سے قبل ہاشمیوں کے ساتھ، بالخصوص حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ یزید کو حسن سلوک کی وصیت بھی کی، یہ سب باتیں یزید کے علم میں تھیں مگر حضرت امیر معاویہ





# رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی

بخاری شریف کتاب الفتن میں ہے۔

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ الْقَادِقَ الْمَصْدُقَ يَقُولُ هَلَكَةُ أُمَّتِي عَلَى يَدَيَّ غُلَامَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ مَا وَانْ لَعْنَةُ عَلَيْهِمْ غُلَامَةٌ.

فرمایا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ میں نے صادق و مصدق صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے قریش کے چند چھوٹوں کے بارگاہ میں میری امت کی تباہی ہوگی۔ مروان نے کہا اللہ ان (چھوٹوں) پر لعنت کرے۔

فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ ذُرٌّ شَيْئٌ أَنْ أَقُولَ بَنِي فَلَانٍ وَبَنِي فَلَانٍ پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں ان کے نام بیان کر دوں فلاں کے بیٹے فلاں کے بیٹے۔

مولوی وحید الزمان خاں بخاری کی شرح تیسیر اباری میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

انہوں (حضرت ابو ہریرہ) نے ظالم حاکموں کے نام انحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے تھے۔ مگر ڈر کی وجہ سے بیان نہیں کر سکتے تھے۔ مروان بن الحکم چھو کر دوسروں میں داخل ہوا گیا۔ اس نے خود اپنے اور لعنت کی کئی حدیثوں میں جن کو طبرانی وغیرہ نے نکال دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ حکم پر لعنت کی اور اس کی اولاد پر بھی لعنت کی حفاظت نے کہا کہ ان چھو کر دوسروں میں پہلا چھو کر ہمزید بلیہ تھا اور ابی ابی شیبہ نے ابو صہیرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نکالا کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں چھو کر دوسروں کی حکومت سے اگر تم ان کا کہنا سنو تو دین کی تباہی ہے اور نہ سنو تو وہ تم کو تباہ کریں۔ دوسری روایت میں ابن ابی شیبہ کے یوں ہے کہ حضرت ابو صہیرہ رضی اللہ عنہ بازار میں چلتے چلتے یہ دعا کیا کرتے تھے اللہ سہ ہجری کو محمد کو نہ دکھلانے چھو کر دوسروں کی حکومت سہ ہجری میں یزید تخت حکومت پر بیٹھا اور حضرت ابو صہیرہ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوئی، وہ ایک سال پہلے دنیا سے گذر گئے۔ تفتازانی نے کہا جس نے امام حسین کو قتل کیا یا آپ کے قتل کا حکم دیا یا آپ کے قتل کو جائز رکھا، یا اس سے فوس ہوا وہ بالاتفاق ملعون ہے اور یزید سے یہ باتیں ہوا تر ناست میں



اس پر اور اس کے مددگاروں سب پر لعنت۔

لیجئے اب تو یزید کے اپنے خاندان ہی کے ایک فرد مردان  
بن حکم کی زبان سے یزید پر لعنت کا حکم ثابت ہو گیا حال یہ کہ  
اس لعنت میں مردان نے خود اپنے آپ کو بھی بقول مولوی  
وحید الزماں شامل کر لیا۔ اس لئے کہ جن چھ کروڑ کے ہاتھوں  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی ہلاکت کی خبر دی  
تھی ان چھ کروڑ میں مردان بھی شامل تھا۔ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے چھ کروڑ کی حکومت جن میں سب سے پہلا  
چھوٹا یزید تھا۔ اور امت پر ان کے ظلم و تشدد کی جوشیگر  
فرمائی تھی وہ حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی۔ یزیدی دور میں  
امت پر سب سے زیادہ ظلم و زیادتی ہوئی یہاں تک کہ اس  
ظلم و جور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیت بھی محفوظ  
نہ رہ سکے اور یزیدی سفاکیت کا نشانہ سب سے زیادہ  
حضرت امام حسین اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم بنے لعنت  
اللہ علی الظلمین۔



# رومیوں سے جنگ اور مغفرت کی بشارت

مشاق الانوار امام رضی اللہ عنہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ

کے صفحہ ۳۷۲ پر ہے۔  
 اَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ اَصْحَابِي يُغْزَوْنَ وَكَانَ مَدِينَةَ قَيْصَرٍ مُّغْفَرًا  
 لَهُمْ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلا لشکر میری  
 امت کا جو روم والے بادشاہ کے شہر یعنی قسطنطنیہ سے لڑے  
 گا وہ بخشے گئے۔

یہ حدیث بخاری و مسلم سے لی گئی ہے۔ اس کو امام حرام زویہ  
 عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ فرماتی ہیں  
 کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں سوتے  
 ہوئے تھے۔ پھر آپ ہنستے ہوئے جاگے میں نے پوچھا یا حضرت  
 اس کا کیا سبب ہے۔ تب حضرت نے یہ حدیث فرمائی یعنی  
 جو لشکر کہ قسطنطنیہ سے لڑے گا اس کے گناہ معاف ہو گئے  
 اس کے لئے مغفرت ہے۔

مورخ کہتے ہیں۔ چہا قسطنطنیہ حضرت امیر معاویہ رضی  
 اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا۔ آپ نے جو فوج اس جہاد پر روانہ فرمائی

کہا جاتا ہے کہ اس کا قائد یزید ہی تھا۔ جہاد قسطنطنیہ میں بڑے  
 راتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کی بشارت  
 مرحمت فرمائی ہے۔ لہذا یہ بشارت یزید کیلئے بھی ہے اور  
 یہ اس کے لئے بہت بڑی سعادت ہے یزید کے دوستوں  
 نے یزید کے حق میں غلط پروپاگنڈا کر کے اسکو ایک بڑی  
 شخصیت کے طور پر دنیا والوں کے سامنے پیش کرنے کی  
 کوشش کی ہے حالانکہ یزید اپنے فسق و فجور اور ظلم و جبر کی  
 بنا پر کوئی اہم شخصیت نہیں بن سکا۔ جہاد قسطنطنیہ کے بارے  
 میں بھی اس کے دوستوں نے اسلامی فوج کا قائد یزید ہی کو  
 بتایا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ یزید میں اس قسم کی کوئی صلاحیت  
 نہیں تھی کہ اسے اتنے بڑے لشکر کا قائد بنایا جاتا۔ تاہم حضرت  
 امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کے ایک حصے کی قیادت  
 یزید کے سپرد بھی کر دی۔ جسے مورخین اس طرح بیان کرتے  
 ہیں تاریخ اسلام مصنفہ ابو نعیم عبد الحکیم خاں شترجاندھری  
 و عبد الحمید صاحب حمید ایم۔ اے۔ کے صفحہ ۲۸۵  
 پر تحریر ہے۔

۹۷ھ میں امیر معاویہؓ نے نہایت اہتمام سے مشرقی

رومی سلطنت کے پایہ تخت قسطنطنیہ پر سفیان بن عوف ازدی کی  
 سپہ سالاری میں زبردست لشکر بھیجا چونکہ اس سے پہلے مکہ و  
 مدینہ میں بھی اس مہتمم بالشان تاریخی حملے کا اعلان کر دیا گیا تھا۔  
 لہذا اصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے حضرت عبداللہ  
 بن زبیرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، حسین بن علیؓ، ابوایوب انصاریؓ  
 وغیرہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شہرہ حدیث کے  
 پیش نظر کہ ”میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا  
 وہ مغفرت یافتہ ہے“ شوق شہادت میں سر کے بل آکر شریک  
 جہاد ہوئے۔ امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو بھی ایک حصہ  
 فوج کا سرور بنا کر روانہ کیا۔ اس تاریخی حوالے سے یہ ثابت  
 ہوا کہ پورے لشکر کی قیادت سفیان بن عوف ازدی کے  
 سپرد تھی البتہ فوج کے ایک حصہ کا سردار یزید بن معاویہؓ  
 بھی تھا جو دراصل سفیان بن عوف ہی کی زیرکمان تھا۔

تاریخ ابن خلدون اردو کے صفحہ ۳۸ پر تحریر ہے  
 ”امیر معاویہؓ نے ۳۸ھ میں ایک بہت بڑا لشکر بصرہ  
 سفیان بن عوف بلا و روم کی طرف روانہ کیا اور اپنے لڑکے  
 یزید کو بھی ان کے ہمراہ جانے کا حکم دیا۔ لیکن یزید نے جانا



سپند نہ کیا اور معذرت کی اس پر امیر معاویہؓ نے اس کی  
 روانگی ملتوی کر دی اتفاق سے مجاہدین کو اس لڑائی میں اکثر  
 مصائب کا سامنا ہوا غلہ کی کمی، مرض کی زیادتی سے بہت سے  
 لوگ مر گئے یزید کو اس کی اطلاع ہوئی تو بے ساختہ اشعار  
 پڑھنے لگا دجن کا صرف ترجمہ درج کیا جاتا ہے (مجھ کو اس  
 کی مطلق پردہاہ نہیں کہ ان کے لشکر کو فرقد دہ میں سختی اور بدبختی  
 کا سامنا ہوا جبکہ میں نے بلند ہو کر رنگ برنگ قالیوں پر  
 دیر مروان میں ٹکیہ لگا دیا، اور میرے پاس ام کلثوم ہے،  
 یزید کی بیوی عبداللہ بن عامر کی لڑکی) امیر معاویہؓ کے کانوں  
 تک ان اشعار کی آواز پہنچی، یزید کے بھیجنے کی قسم کھائی  
 چنانچہ یزید کو ایک جمعیت کثیر کے ساتھ جس میں ابن عباسؓ،  
 ابن عامر، ابن زبیر، ابو ایوب انصاری بھی تھے روانہ کیا،  
 مصری مخفق و نقاد ڈاکٹر طحطاہ حسین نے بھی یہی لکھا ہے  
 کہ یزید جہاد سے جان چراتا تھا، معرکہ قسطنطنیہ پر اسے زبردستی  
 بھیجا گیا تھا۔

جہاد قسطنطنیہ میں شریک ہونے والوں کے لئے آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے منفرت کی جو بشارت دی ہے وہ برحق

اور صحیح ہے، مگر ابن خلدون اور دوسرے مؤرخوں نے بصرہ  
 پر تھکر کیا ہے کہ یزید اس معرکہ میں شامل نہیں ہونا چاہتا تھا، مگر  
 ان کے والد بزرگوار نے اسے زبردستی ایک دستہ فوج کا سردار  
 بنا کر اسے اس معرکہ پر روانہ کیا، بعض مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ  
 محض اس کی اصلاح کے لئے حضرت امیر معاویہؓ نے ایسا کیا تاکہ لوگ  
 اسکی دیوبندی پر معترض نہ ہوں۔ اب ناظرین اس بات کا فیصلہ  
 کریں کہ اس بشارت مغفرت کا یزید کس طرح مستحق ہو سکتا ہے  
 جبکہ وہ اس جہاد میں خوشامییب نہیں ہوا۔ والد کی سختی سے مجبور  
 ہو کر اگر وہ شریک ہو بھی گیا تو کیا ہوا؟ بشارت تو ان لوگوں  
 کے لئے ہے جو بطیب خاطر، رضا اور رغبت خود مغفرت کی امید  
 پر اس جہاد کے لئے تیار ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اسرائیل کے بارے میں فرمایا ہے۔  
 يٰۤاَيُّهَا اِسْرَآئِيْلُ اٰذِ كُوْنُوْا اِنْعَمْتٰى اِلَيَّ اَلْحَمْدُ  
 عَلَيْكُمْ وَاِنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلٰى الْعٰلَمِيْنَ

دسورہ بقرہ پارہ اول

اے نبی اسرائیل یاد کرو، میرا وہ احسان جو میں نے تم پر  
 کیا اور یہ کہ اس سارے زمانے پر تمہیں بڑائی دی۔

تفسیر نعیمی جلد اول صفحہ ۷۶ پر اس آیت کی تفسیر میں درج ہے "تم میں نبی بھیجے۔ اور تم کو بادشاہ بنایا اور تم کو وہ وہ نعمتیں دیں جو اس وقت دنیا میں کسی کو نہیں دیں اور سب سے بڑی نعمت دی کہ تم کو تمام جہاں سے افضل کر دیا۔ ان باتوں کو یاد کرو اور اس کا شکر یہ اس طرح ادا کرو کہ آج دین اسلام کی خدمت میں سب سے آگے آگے آؤ۔"

نبی اسرائیل نے خدا کے انعامات و احسانات کا شکر ادا کرنے اور اس کا مطیع و فرمانبردار رہنے کی پچھلے ناشکری اختیار کی کفرانِ نعمت کیا اور ایسی ایسی نافرمانیاں کیں کہ ان پر خدائی عتاب و عذاب نازل ہو گئے۔

انہوں نے سامری کے سونے کے بچھڑے کو خدا بنا لیا اسکی پوجا شروع کر دی۔ انبیاءِ علیہم السلام کو شہید کیا ہفتہ کا دن ان کے لئے عبادت کا دن مقرر کیا گیا تھا اور اس دن انہیں مچھلی کے شکار سے منع کر دیا گیا تھا۔ مگر انہوں نے خدا کے حکم کے پیش نظر اس ہفتہ کے دن کی بے حرشتی کی۔ اس دن چیلے بہانے سے مچھلیوں کو پکھڑتے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کثرت سے سوال شروع کر دیئے وغیرہ وغیرہ



اللہ تعالیٰ نے ان نافرمانیوں کی وجہ سے نافرمانوں کو سزا دی

ان پر رجز نازل کر دیا۔ رجز کے نفلی معنی سزا اور عذاب اور

گندگی کے ہیں، بعض فرماتے ہیں کہ ان پر چابک موت کا

عذاب نازل ہوا، بعض کہتے ہیں کہ وہ طاعون کی بیماری میں

مبتلا کر دیئے گئے اور ستر ہزار بنی اسرائیل اس بیماری سے مر گئے۔

من و سلوا کے بارے میں خدا کی ہدایات پر عمل نہ کرنے کی وجہ

سے ان پر غواری و فقری مسلط کر دی گئی، ہفتہ کے دن کا

احترام نہ کرنے کی وجہ سے وہ بندر بنادئے گئے جو ان میں دیکھتا

لعن طعن کرتا لہذا وہ درکارے ہوئے ذلیل بندر بن گئے

ان پر پانی کا طوفان آیا جس میں نافرمان بہہ گئے پھر شیریاں

آگئیں جو ان کے کھیت وغیرہ کھائیں، پھر قمل کا سیلاب

آگیا جو ایک چھوٹے سے کیڑے کی شکل میں قمل نے ان کے گھر

جسم اور غلہ وغیرہ میں تباہی و بربادی مچا دی پھر مینڈکوں کا

طوفان آیا جو ان کے گھروں اور مجلسوں میں بھر گئے، مینڈکوں

نے عجب طرح کا عذاب برپا کر دیا جس سے نافرمانوں کی زندگی

اجیرن ہو گئی، پھر موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے ان کے کنوین

نہریں پانی کے برتن وغیرہ سب خون سے بھر گئے کہ بنی اسرائیل

پانی کو ترس گئے۔

اس قسم کے عذاب ان کی بار بار نافرمانیوں کی وجہ سے  
 مقرر ہوئے تھے۔ وہ آتے رہے اور اسی طرح  
 نبی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی بشارت سے اِنِّیْ فَعَلْتُ لَکُمْ عَلٰی الدُّنْيَا  
 یہ کہ میں نے تمہیں تمام جہاں والوں پر فضیلت دی اپنی بد اعمالی  
 کی وجہ سے خارج ہو گئے۔

جب بد اعمالیاں خدا کی بشارت سے محروم کر دیتی ہیں  
 تو اسی طرح بد اعمال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت  
 سے بھی خارج ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی طرح یہ مان بھی لیا جائے کہ زید  
 معمر کہ روم میں نجوشی شریک ہوا تھا شب بھی یہ کہنا پڑے گا کہ  
 بعد کی بد اعمالیوں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت سے  
 نکال باہر چھینک دیا۔ جس طرح خدا کی بشارت میں کوئی صراحت  
 نہیں تھی اور چلے نبی اسرائیل کو خدا کی بشارت دہری گئی تھی مگر  
 بد اعمال بعد میں اس بشارت سے محروم ہو گئے اسی طرح آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت منقرض معمر کہ تسلط طینہ میں شریک  
 ہونے والوں کے لئے تھی مگر زید بعد ازاں اہلبیت کے ساتھ  
 بدترین اور ظالمانہ سلوک اور فسق و فجور کی طرف دوبارہ لوٹ



آنکی وجہ سے بشارت مغفرت سے الگ ہو گیا۔

## أهلبیت پر مزیدی ظلم کی ابتداء اور انتہا

تاریخ طبری کا اردو ترجمہ تاریخ اسلام کے صفحہ ۲۷۷ پر تحریر ہے۔

یزید بن معاویہؓ شروع رجب ۶۰ھ میں بادشاہ ہوا اس نے ولید بن عقبہ عامل مدینہ کو لکھا کہ جب تمہیں میرا یہ خط پہنچے تو حسینؓ بن علیؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کو اپنے پاس بلاؤ اور ان دونوں کو میری بیعت پر مجبور کرو اگر یہ دونوں انکار کریں تو ان کی گردن مار دو اور ان کے سر مجھے بھیج دو۔ لوگوں کو بیعت پر مجبور کرو جو انکار کرے اس پر یہی حکم جاری کرو۔

تاریخ ابن خلدون اردو کے صفحہ ۷۶ پر ہے۔

”ولید بن عقبہ نے ان لوگوں (حسینؓ بن علیؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ) سے بیعت لینے کی بابت اس (مروان بن حکم) سے مشورہ کیا۔ مروان نے رائے دی کہ اسی وقت وہ لوگ بلائے جائیں اگر یزید کی بیعت کر لیں تو بہتر درناؤ سے پیشتر کہ امیر معاویہؓ کے انتقال سے واقف ہوں قتل کر دیئے۔



جائیں۔

تاریخ اسلام ابو نعیم عبدالحکیم خاں نشتر جالندھری  
و عبدالحمید صاحب حمید ایم اے کے صفحہ ۳۰۲ پر ہے۔

یزید نے تخت پر بیٹھے ہی ولید بن عقبہ عامل مدینہ کو  
ان بزرگوں سے بیعت لینے کے لئے تاکید کی حکم بھیجا، ولید نے  
مردان بن حکم سے مشورہ کیا، اس نے رائے دی عبد الرحمن  
بن ابی بکرؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ کی طرف سے تو کوئی خطرہ نہیں  
لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ  
بن زبیرؓ کو فوراً طلب کر کے بیعت کے لئے مجبور کر دے  
اگر وہ ذرا بھی بیت و لعل سے کام لیں تو ان کی گردن  
مار دو۔

ڈاکٹر طاہر حسین مصر کے محقق اور نقاد اپنی کتاب  
”عثمان بن علیؓ“ کے صفحہ ۵۶۰ پر فرماتے ہیں۔

”یزید کے لئے ہر راست کی بات نہ تھی کہ اس کی اطاعت  
میں کوئی پس و پیش کرے، وہ خیال کرتا تھا کہ اس کی اطاعت  
تمام لوگوں کا فرض ہے ٹال مٹول کرنے والا اس کے نزدیک  
گردن زدنی تھا“

مورخین کے ان بیانات سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ  
 یزید نے تخت نشین ہوتے ہی بلا در امصار میں لوگوں سے  
 اپنے عاملوں کے ذریعہ سے بیعت لینا شروع کر دی۔ اور  
 ان بزرگوں سے بیعت لینے کی طرف خاص طور پر متوجہ ہوا۔  
 کہ جنہوں نے اسکی ولیعہدی کی بیعت نہ کی تھی۔ ان میں حضرت  
 امام حسینؑ اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ بھی تھے۔ ولید بن عقبہ  
 عامل مدینہ نے یزید کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مدینہ میں  
 حضرت امام حسینؑ اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما  
 کو گورنر باؤس میں بلایا۔ بعض مورخوں کا کہنا ہے کہ یزید کا خط  
 ولید بن عقبہ کو رات کے وقت ملا تھا اسی وقت ان دونوں  
 بزرگوں کو طلب کیا گیا۔ دونوں بزرگوں نے غیر معمولی طلبی کا  
 مقصد بھانپ لیا تاہم امام حسینؑ اور عبد اللہ بن زبیر دونوں  
 ولید کے بلاوے پر تشریف لے آئے۔ ولید نے انہیں یزید  
 کا حکم سنایا تو عبد اللہ بن زبیرؓ نے کچھ مہلت مانگی اور  
 امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھ جیسا شخص پوشیدہ طور پر  
 بیعت نہیں کر سکتا۔ عام لوگوں کو بیعت کے لئے طلب کیجئے  
 میں بھی آجاؤں گا۔ جو سب کی رائے ہوگی اسی پر عمل کیا جائیگا۔

یہ کہ آپ تشریف لگے۔ مروان نے ولید سے کہا انہوں نے تم  
 نے میرے مشورے پر عمل نہ کیا اور ہاتھ آیا ہوا شکار چھوڑ دیا۔  
 ولید نے جواب دیا۔ ”نہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے نواسے کے خون سے اپنا دامن اعمال آلودہ نہیں کر سکتا  
 واللہ قیامت کے روز جس شخص کے حسینؑ کے خون کا  
 مطالبہ کیا جائے گا۔ وہ سخت خسارے میں ہوگا۔“

ابن خلدون کا کہنا ہے کہ امام حسینؑ کے پاس تشریف لے جانے  
 کے بعد مروان ولید کو ملامت کرنے لگا۔ ولید نے کہا۔ ”اے  
 مروان واللہ مجھے یہ گوارا نہ تھا کہ میں حسینؑ کو بیعت نہ کرنے  
 پر قتل کرتا اگرچہ مجھے تمام عالم کا مال مل جاتا یا میں اس کا مالک  
 بن بیٹھا۔“

جب ولید نے بار بار آدمی بھیج کر امام حسینؑ و عبد اللہؑ  
 ابن زبیرؑ کو بلایا تو آخر دونوں نے مدینۃ الرسولؐ کو چھوڑنا  
 گوارا کر لیا چنانچہ وہ یکے بعد دیگرے رات کے وقت مکہ  
 روانہ ہو گئے۔ یہ یزید کی طرف سے امام حسینؑ پر پہلا ظلم تھا۔  
 کہ اس نے انہیں جوار رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام چھوڑنے پر مجبور  
 کر دیا۔ امام حسینؑ پھر مدینہ لوٹ کر نہ آ سکے۔



امام حسین رضی اللہ عنہ جب مکہ تشریف لے آئے تو کوفیوں  
 نے خطوط اور وفود کے ذریعہ سے آپ کو کوفہ آنے کی دعوت  
 دی اور لکھا کہ ہم لوگوں نے نعمان بن بشیر کوفہ کے گورنر سے  
 کے ہاتھ پر بیڑی کی بیعت نہیں کی نہ جمعہ اور عید میں اس  
 کے ساتھ شریک ہوتے ہیں اگر آپ آجائیں تو ہم اسکو نکال دیں  
 گے بعض مورخ کہتے ہیں کہ کوفہ والوں کی طرف سے امام حسین  
 رضی اللہ عنہ کے پاس خط حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ  
 کے زمانے ہی سے آتے تھے جب کوفیوں نے امام عاتقہ  
 کو بہت زیادہ خط بھیجے اور باصرار انہیں کوفہ آجانے کی بار  
 بار درخواست کی تو آپ نے صحیح صورت حال معلوم کرنے کے  
 لئے حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا، حضرت مسلم جب  
 کوفہ پہنچے تو بے شمار کوفیوں نے اُن کے ہاتھ پر امام حسین  
 رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت کر لی حضرت نعمان بن بشیر  
 رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے انہیں  
 اہلبیت سے عقیدت تھی اس لئے انہوں نے حضرت مسلم سے  
 کام پر کوئی گرفت نہ کی، حضرت مسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ  
 کو لکھ بھیجا کہ آپ کوفہ تشریف لے آئیے یہاں کے لوگ

آپ کو چاہتے ہیں وہ دھڑا دھڑا میرے ہاتھ پر آپ کے لئے بیعت کر رہے ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت مسلمؓ کے خط آنے سے مطمئن ہو گئے اور انہوں نے کوفہ تشریف لے جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ جانے سے منع کیا اور کہا کہ جب تک اہل کوفہ اپنے امیر کو مار ڈالیں اس کو مال کوٹ لوٹ لیں ہرگز نہ چلیئے۔ اگر آپ ان کے بلانے پر جاتے ہیں تو ان کا امیر ان میں موجود ہے تو یہ سمجھ لیجئے کہ آپ کو لڑائی کے لئے بلاتے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ وہ آپ کو دھوکہ دیں گے۔ جھٹلائیں گے اور آپ کی مخالفت کریں گے، اور سب سے زیادہ وہی آپ کے دشمن ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے آپ کو حجاز ہی میں قیام کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: "میرے جد امجد نے فرمایا ہے کہ ایک منیڈھے کی بدولت کعبہ کی حرم متنی ہوگی۔ مجھے یہ منظور نہیں وہ منیڈھے میں ہی ہوں۔"

# کوفہ کو روانگی

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی آپ کو کوفہ جانے سے منع کیا، اور دوران گفتگو رو پڑے امام حسین رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما کی درخواست پر عمل نہ ہو سکا۔

مجبوراً عبداللہ بن عمرؓ رخصت ہو کر چلے گئے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جب کوفہ کو روانہ ہونے والے تھے تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے ایک مرتبہ پھر آپ کو روکنے کی کوشش کی لیکن جب آپ نہ مانے اور ارشاد فرمایا "ہ میں تو مصمم ارادہ کر چکا اب کسی طرح نہیں رک سکتا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے عرض کیا، خیر اگر آپ جاتے ہی ہیں اپنے لڑکوں، عورتوں کو نہ بیچائیے مجھے اندیشہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح آپ شہید نہ کر دیئے جائیں اگر ایسا ہوا تو آپ کے لڑکے اور عورتیں پریشان و سرگرداں ہوں گی، آپ نے اس پر ہلچل کچھ نہ دیا۔

امام حسینؓ بن علیؓ مع اپنے

اہلبیت کے جس میں بیچے، عورتیں اور مرد بچے، مکہ سے کوفہ



روانہ ہو گئے۔

اُدھر کوفہ میں حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی کامیابی اور  
حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی ان سے چشم پوشی کے  
واقعات یزید کو پہنچا دیئے گئے، اس نے عبید اللہ بن زیاد کو  
کوفہ کی گورنری دے دی اور گورنری کی سند مسلم بن عمر و الباقی  
کی معرفت روانہ کی اور یہ بھی کہا کہ مسلم بن عقیل کو گرفتار کر کے  
قتل کر ڈالنا یا شہید کر دینا۔ (ابن خلدون)

ابن زیاد نے کوفہ میں آتے ہی یزید کے حکم سے نعمان بن بشیر  
کو معزول کر دیا، اور اہل کوفہ کو ایسا ڈرایا دھمکایا کہ انہوں نے  
حضرت مسلم بن عقیلؓ کا ساتھ چھوڑ دیا، حالانکہ یہ لوگ امام  
حسینؓ رضی اللہ عنہ کے لئے ان کے ہاتھ پر ہزاروں کی تعداد  
میں بیعت کر چکے تھے اور ہر طرح امداد کا وعدہ دے چکے تھے  
اور یہی لوگ حضرت امام حسینؓ رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلانے والے  
تھے، ابن زیاد نے حضرت مسلم کو گرفتار کر دیا اور بالآخر  
یزیدی حکم کے تحت انہیں قمارمارت میں بلا کر بے دردی  
کے ساتھ شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔  
ابن زیاد اور حضرت مسلمؓ کے درمیان کچھ دیر تک باتیں

ہوتی رہیں۔ حضرت مسلمؓ کی حق گوئی کی وجہ سے ابن زیاد دغبنگ ہو کر کہنے لگا: "مجھے اللہ مارے اگر میں تجھے اس طرح قتل نہ کروں کہ آج تک اسلام میں اس طرح کوئی قتل نہ کیا گیا ہو گا (ابن خلدون) حضرت مسلمؓ نے فرمایا: "بے شک یہ بیعت تجھ ہی میں

ہے کہ اسلام میں بدعات و بد خلقی و خیانت کا موجد ہو، ابن زیاد یہ سن کر جھلکا اٹھا ان کو حسینؓ بن علیؓ و عقیلؓ کو سخت و سخت کہنے لگا، مسلم بن عقیلؓ نے کچھ جواب نہ دیا تھا خاموش رہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم اپنے اہل عیال اور بعض اعزاء و اقربا کے ساتھ کوفہ کی جانب روانہ ہو چکے تھے صفاح تک پہنچے تھے کہ راستے میں فرزدق شاعر مل گیا، آپ نے اس سے کہنے والوں کا حال پوچھا، اس نے جواب دیا کہ "کوفیوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں، مگر ان کی تلواریں نبی امیہ کے ساتھ؟"

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی جانب سفر جاری رکھا یہاں تک کہ مقام ثعلبہ میں آپ کو حضرت مسلم بن عقیلؓ کے شبیہ ہو جانے کی اطلاع ملی، بعض کی رائے ہوئی کہ آپ یہیں سے واپس چلے، کوفہ میں آپ کا کوئی یار و مددگار نہیں ہے، بنو عقیل بولے: "واللہ ہم سرزمین کوفہ کو اس وقت تک نہیں چھوڑینگے

جب تک مسلمؑ کے خون کا بدلہ نہ لیں گے یا جیسا کہ مسلمؑ نے موت کا ذائقہ چکھا ہے، ہم بھی نہ چکھ لیں، امام حسین رضی اللہ علیہ نے یہ سن کر فرمایا: "تم لوگوں کے بعد پھر زندگی کا کیا لطف ہوگا۔"

عرض امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما بنو عقیل کے اسرار سے مجبور ہو کر ثعلبیہ سے روانہ ہو کر زبالہ میں جا اترے۔ یہاں انہیں اپنے رضائی بھائی عبداللہ بن یقطر کے شہید ہونے کی خبر ملی جنہیں آپؑ نے اثنائے راہ سے مسلمؑ بن عقیلؑ کے پاس بھیجا تھا۔ یہ گرفتار ہو کر ابن زیاد کے پاس پہنچا دیے گئے جنہیں اس شقی القلب نے شہید کر دیا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوران سفر اس پاس کی بستیوں میں رہنے والے بہت لوگ مددگار کے طور پر آپؑ کے ساتھ ہو گئے تھے، آپؑ نے زبالہ میں حضرت مسلمؑ اور عبداللہ بن یقطرؑ کی شہادت کی اطلاع اپنے ساتھیوں کو دی اور ارشاد فرمایا جو شخص واپس جانا چاہتا ہو، ٹوٹ جاؤ گے ہم اس سے کچھ مواخذاہ نہ کریں گے، اس فقرہ کو سن کر لوگ دائیں بائیں چھٹ گئے، صرف وہی لوگ رہ گئے جو مکہ سے ہمراہ آئے تھے بطن عقبہ میں پیچھے تو ایک عرب سے ملاقات ہوئی اس نے بھی مراقتا کو نہ جانے سے منع کیا آپؑ نے



اس کی بجائے سنی کون کر کے شراف پہنچے، زد حشم پر حربین  
 یزید تمیمی ایک ہزار سواروں کے ساتھ آپ کو ملا، اسے حسین  
 بن نمیر نے قادیسیہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بھیجا  
 تھا۔ حربین یزید تمیمی نے کہا کہ "ہم کو یہ حکم ملا ہے کہ اگر آپ سے  
 ملاقات ہو جائے تو ہم آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑیں یہاں  
 تک کہ آپ کو کوفہ میں عبداللہ بن زیاد کے پاس لے چلیں۔"  
 حسین بن علیؑ نے جواب دیا کہ میں سے تو موت بھلی ہے اور اچھے  
 سہرا ہیوں کو وہاپس چلنے کا حکم دے کر سوار ہوئے، حرب نے روکا  
 اور عبداللہ بن زیاد کے پاس چلنے پر مجبور کیا۔

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے  
 حربین یزید اور اس کے ساتھیوں کو خطوط کی دو ٹھیلیاں دکھائیں  
 جو اہل کوفہ نے آپ کو بھیجے تھے اور ان خطوط میں آپ سے کوفہ  
 آنے کی بار بار تاکید کی تھی، حر اور اس کے ساتھ اہل کوفہ نے کہا  
 کہ "ہم ان خطوط کے کاتبین نہیں ہیں۔"

ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو چار ہزار فوج دے کر آپ کے  
 مقابلے پر بھیجا۔ عمرو بن سعد نے آپ کے کوفہ آنے کا سبب پوچھا  
 آپ نے جواب میں فرمایا، "مجھے اس شہرے شرفارور دوسانے

طلب کیا تھا پس اگر تم کو یہ ناگوار ہی ہو تو میں واپس جانے پر آمادہ ہوں؟

عمرو بن سعد نے یہی جواب ابن زیاد کو لکھ بھیجا۔ ابن زیاد نے لکھ بھیجا "حسینؑ سے یزید کی بیعت لو، اگر وہ بیعت کر لیں تو جو مناسب ہو گا کیا جائے گا۔ اور اگر بیعت سے انکار کریں تو بے تامل جنگ کرو۔ ان پر اور ان کے ہمراہیوں پر پانی بند کر دو

## امام حسینؑ کی تین تجویزیں

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمرو بن سعد سے دو چار بار ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان ملاقاتوں میں عمرو بن سعد کے سامنے یہ تین باتیں رکھیں اول وہ (عمرو بن سعد) ان (امام حسینؑ) کو حجاز جانے دے تاکہ جہاں سے آئے ہیں واپس چلے جائیں۔ ددئم یا ان کو یزید کے پاس شام لے چلیں۔ سوئم یا ان کو مسلمانوں کی کسی سرحد پر جانے دیں تاکہ وہ سرحد کے ایک فوجی بن جائیں جہاد کریں اور وظیفہ پائیں۔

عمرو بن سعد نے منظور کر لیا اور کہا کہ میں ابن زیاد سے مشورہ کرتا ہوں، عمر نے ابن زیاد کو حضرت حسینؑ کی پیش کردہ

لکھیں۔ لیکن ابن زیاد اس کے سوا کسی بات پر تیار نہ تھا کہ حضرت  
 حسین کو مجبور کرے، چنانچہ اس نے جواب لکھ کر شمر ذی الجوشن  
 کو دیا اور کہا کہ یہ خط عمر کو بڑھ کر سننا اور دیکھنا وہ کیا کرتا ہے اگر  
 حسینؑ سے لڑنے کے لئے کھڑا ہو جائے، تو تم بھی اس کے ساتھ رہو  
 اور حسینؑ سے فرصت پالینے تک اس کی نگرانی کرتے رہو، اور  
 اگر لڑنے سے انکار کرے یا تاخیر کرنا چاہے تو اس کی گردن مار کر  
 تم اس کی جگہ فوج کے افسر بن جانا۔ عمرو بن سعد نے جواب  
 پڑھنے اور ابن زیاد کا حکم معلوم کرنے کے بعد ہی حضرت حسینؑ سے  
 لڑنے کی تیاری شروع کر دی۔ اس نے حضرت حسینؑ سے مطالبہ  
 کیا کہ وہ ابن زیاد کی اطاعت قبول کر لیں، حضرت حسینؑ نے انکار  
 کیا اور کہا اس سے تو موت اچھی ہے اس کے بعد عمر نے فوج کے  
 ساتھ حضرت حسینؑ اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا، حسینؑ کے  
 ساتھ کل ۷۲ آدمی تھے دو پہر تک جنگ جاری رہی حضرت  
 حسینؑ کو ان بھائیوں اور بھتیجیوں کو اور مٹھی بھر سا پھنوں کو  
 سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑا اور اکثر شوق کر دیئے گئے،  
 حضرت حسینؑ نے جگر خراشی کے انتہائی مناظر دیکھے انہوں  
 نے دیکھا کہ ان کے بیٹے، بھائی، بھتیجے ان کی آنکھوں کے



سامنے قتل کئے جا رہے ہیں اور آزمائش کی ساری تلخیاں برداشت  
کر لینے کے بعد قتل ہونے والوں میں وہ آخری مقتول ہونگے عمرو  
بن سعد کے کچھ تھوڑے سے ساتھی جو ابن زیاد کی روش برداشت  
نہ کر سکے کہ حضرت حسینؑ کی پیش کردہ باتوں کو ٹھکرا دیا اپنی  
فوج سے الگ ہو کر حسینؑ کے ساتھی بن گئے تھے انہوں نے بھی  
حسینؑ کے ساتھ مدینہ کی جنگ کی اور ان کے سامنے قتل ہو گئے  
حضرت عثمانؓ و علیؓ و مصنفہؓ ڈاکٹر اطہار حسینؑ صفحہ ۵۷۵۔

ڈاکٹر صاحب کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں۔ اس کے بعد  
عورتوں کو غلاموں کی طرح قید کیا گیا، ان عورتوں میں رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہؓ کی بیٹی حضرت زینب  
بھی ہیں۔ پھر ان کو ابن زیاد کے پاس لایا جاتا ہے جو شرم اور  
رسوائی کے مارے اتنی ردا داری کرتا ہے کہ جب علیؑ ابن حسینؑ  
جو ابھی چھوٹے تھے اور جن کو ابن زیاد قتل کر دینا چاہتا تھا  
اس سے کہا "اگر تمہارے اور ان عورتوں کے درمیان کوئی  
رشتہ ہے تو کسی مفتی آدمی کے ساتھ انہیں شام بھجوا دو تو  
اس کو یاد آیا کہ اس کا باپ ابو سفیان کا بیٹا تھا پھر تو بڑا  
شرمندہ ہوا، اور علیؑ بن حسینؑ کے قتل سے باز رہا اور

حسینؑ کے گھر والوں کے ساتھ انہیں بھی یزید کے پاس بھیجا دیا  
 اس کے بعد مقتولوں کے سر جن میں حضرت حسینؑ کا سر مبارک بھی  
 تھا یزید کے سامنے پیش کیا۔ یزید نے حضرت حسینؑ کے دانتوں  
 پر اپنے ہاتھ کی بید رگڑی اور کھاوہ تلواریں بڑے بڑے ہرکشتوں  
 اور ظالموں کے سر توڑ دیتی ہیں جو ہم پر ہت گراں ہیں۔ رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی بھی اس وقت یہاں  
 موجود تھے۔ انہوں نے یزید سے کہا۔ ایسا مت کرو میں نے  
 ان دانتوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار ہونٹ  
 رکھتے دیکھا ہے۔ یہ کہہ کر وہ کھڑے ہو گئے اور مجلس سے چلے گئے۔  
 قیدیوں کو یزید کے سامنے پیش کیا گیا۔ ابتداء میں تو اس  
 نے سختی برتی لیکن پھر نرم ہو گیا۔ اچھا سلوک کیا۔ اور اپنے گھر  
 والوں کے پاس بھیج دیا۔ اس کے بعد ان کو عزت و احترام کے  
 ساتھ مدینہ روانہ کر دیا۔ رادیوں کا خیال ہے کہ یزید اس  
 طرح حضرت حسینؑ کے قتل سے اپنی برأت کا اظہار کرتا  
 ہے۔ اللہ اس کے گناہ کا سارا بوجھ مرجانہ کے لڑکے عبید اللہ  
 ابن زیاد پر ڈالتا ہے۔ لیکن ہم نے نہیں دیکھا کہ اس نے ابن زیاد  
 کو برا بھلا کہا ہو۔ اس کو سزا دی ہو، یا اس کو معذرت

کر دیا ہو، (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ صفحہ ۶۶)

## مورخین کے بیان پر تبصرہ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے متعلق مورخین کے بیانات سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

۱۔ ولید بن عقبہ کو زمرہ مدینہ کے نام یزید بن معاویہ کے خط سے لیکر کربلا تک کے واقعات سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یزید کو سب سے زیادہ دشمنی امام حسین رضی اللہ عنہ سے تھی۔ وہ جانتا تھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کسی صورت سے اس کی بیعت نہیں کریں گے، اس لئے اس نے سخت نشین ہوتے ہی امام عا لیتقام رضی اللہ عنہ کو شہید کروانے کا مقصود ارادہ کر لیا۔

مورخ طبری نے یزید کے خط بنام ولید بن عقبہ میں صاف لکھا ہے کہ یزید نے ولید کو اپنے خط میں یہ حکم دیا تھا کہ اگر حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ بیعت نہ کریں، تو ان کی گردن مار دو۔ پھر ولید کو مروان بن حکم نے بھی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کے یزید کی بیعت کرنے سے انکار



کی صورت میں انہیں شہید کرنے کا ہی مشورہ دیا تھا۔

عمرو بن سعد کے سامنے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

نے جو تجاویز رکھی تھیں، عمرو نے کہا کہ میں نے کے منتقل ابن زیاد سے مشورہ کر لیا، اس نے عمرو کو شمر ذی الجوشن کے ہاتھ

اس مضمون کا خط بھیجا کہ حسینؑ کے لئے سوائے ایک راستہ کے

اور کوئی راستہ نہیں یا وہ یزید کے لئے بیعت کریں یا پھر

جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔ ابن زیاد کو یزید کا ہی حکم تھا

کہ میری بیعت سے کم کسی بات پر حسینؑ بن علیؑ سے رعایت

نہ کرنا یہی وجہ ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا ہر مبارک

جب یزید کے محل میں پہنچا، تو وہ خوش ہوا، اور اس ظالم

نے اپنی چھڑی ان کے دانتوں پر رگڑی، اور خریہ شمر

پر طعنے

۳۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جنگ کے ارادے سے

کو نہ روانہ نہیں ہوئے تھے۔ آپ نے گھر کے بچوں جو رتوں

بوڑھوں اور جوانوں سب کو ساکنہ لے لیا، اگر آپ

جنگ کے ارادے سے نکلتے، تو سب سے پہلے اس کے لئے

آپ لوگوں سے کہتے سنتے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا

۳۱۔ آپ کو جب حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ نے کہا کہ بچوں اور عورتوں کو ساتھ نہ لیجائیے۔ اگر آپ شہید کر دیئے گئے تو بچے اور عورتیں سرگرداں و پریشان ہونگی، مگر آپ نے ابن عباسؓ کی تجویز پر عمل نہ کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں یقین تھا کہ یزید انہیں اور ان کے گھروالوں کو آرام سے بیٹھنے نہیں دے گا۔ خاص طور پر جب اسے یہ معلوم ہو گا کہ میں مکہ سے کوفہ پہنچ رہا ہوں، تو وہ مکہ میں میرے اہل و عیال کے ساتھ نہ جانے کیا سلوک کرے۔ اس لئے امام حسینؓ نے بچوں اور عورتوں کو بھی ساتھ لیجانا مناسب سمجھا، اگر آپ جنگ کا ارادہ لے کر مکہ سے نکلتے تو عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے کر نہ جاتے انہیں تو کوفہ والوں نے سنیکڑوں خط لکھ کر اور کئی دند بھیکر بلایا تھا۔

۳۲۔ آپسی انتظار کی خواہش میں کوفہ روانہ نہیں ہوئے تھے آپ کو جب معلوم ہوا کہ جن کوفیوں نے مجھے بلایا ہے۔ وہی میرے مخالف ہو گئے ہیں، اور جب انہیں حضرت مسلمؓ بن عقیلؓ کے شہید ہونے کی اطلاع ملی تو آپ نے مکہ لوٹ جانے کا خیال کر لیا، لیکن حضرت مسلمؓ کے عزیزوں کے جواب سے

مجبور ہو کر آپ نے گوندہ کی طرف سفر جاری رکھا۔

۴۔ آپ نے جنگ سے بچنے کی انتہائی کوشش کی یہاں تک کہ آپ نے اپنی تین ستماء دیز میں یہ تجویز بھی پیش کی، مجھے یزید کے پاس پہنچا دو میں خود اس سے معاملہ کر لوں گا، لیکن ابن زیاد اور شمر لعین نے کسی تجویز کو قبول نہیں کیا، اور وہ ایسا کر بھی نہیں سکتے، اس لئے کہ یزید یہ نہیں چاہتا تھا کہ بیعت سے پہلے میری اور حضرت حسینؑ کی ملاقات ہو اس لئے اس نے ابن زیادہ وغیرہ کو یہی ہدایت کی تھی کہ یا تو حسینؑ سے میری بیعت لویا ان سے جنگ کر کے انہیں شہید کر دو حضرت امام حسینؑ نے جب دیکھا کہ مجھ پر جنگ مسلط کی جا رہی ہے تو آپ نے اتمام حجت کے طور پر جنگ سے قبل کئی خط لے تاکہ لوگ اپنے وعدوں کا احساس کر کے اور ان کے رفت نشان کر سن کر جنگ سے ارادے سے باز آجائیں مگر لوگوں پر خرابی نیت کی وجہ سے آپ کی باتوں کا کچھ اثر نہ ہوا بالآخر آپ میدان جنگ میں نکل آئے اور بہادری سے لڑ کر شہادت کے بلند ترین مرتبے پر پہنچ گئے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ جنگ حق کی حماقت میں باطل سے لڑی اس جنگ میں



ان کی اپنی کوئی ذاتی خواہش نہیں تھی محض اعلیٰ کا نامہ الحق کا جذبہ  
 تھا جس نے امام حسینؑ کو چند حق پرستوں کے ساتھ فسق و فجور  
 اور ظلم و عدوان کے مقابلے پر ڈٹ جانے پر آمادہ کیا۔

## جہاد یا جنگ اقتدار

جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید سے  
 ساتھ اقتدار کی جنگ لڑی وہ آپ پر بہتان باندھتے ہیں  
 اور بہت بڑا گناہ اپنے سر لیتے ہیں۔ آپ نے اپنے والد  
 بزرگوار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اس ہدایت پر پورا  
 پورا عمل کیا جو انہوں نے ابن عیثم سے قتال نہ حملے کے بعد جناب  
 امام حسن اور جناب امام حسین رضی اللہ عنہما کو کی تھی۔

بہج البلاغہ اردو صفحہ ۷۹۰ مکتوب نمبر ۷۷ میں ہے۔  
 ”تم دونوں کو میری وصیت یہ ہے کہ خدا سے ڈرتے  
 رہنا اور دنیا کے پیچھے نہ دوڑنا۔ اگرچہ دنیا تمہارے پیچھے  
 دوڑے۔ دنیا کی کسی محرومی پر نہ گڑھنا، ہمیشہ حق  
 کے لئے تمہاری زبان کھلے، ہمیشہ ثواب کے لئے تمہارا اجر  
 بھرا اور ہمیشہ ظالم کے حریف بننا اور مظلوم کے مددگار۔“

حسین کریمین رضی اللہ عنہما یزید کی طرح اپنے والد بزرگوار  
 کے نافرمان نہیں تھے، یزید نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی  
 ان تمام ہدایت کو نہ صرف نظر انداز کر دیا جو انہوں نے وفات  
 سے قبل ہاشمیوں بالخصوص حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے  
 بارے میں اسے فرمائی تھیں بلکہ ان کے خلاف کیا اور سب  
 سے زیادہ مظالم ہاشمیوں اور امام حسین رضی اللہ عنہ ہی پر  
 ڈھائے، مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے پدر  
 بزرگوار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرمانبردار تھے۔  
 آپ نے ان کی آخری ہدایت پر ان کی مرضی کے مطابق عمل  
 کر دکھایا یزید کے مقابلے میں آپ کی زبان حق کے لئے کھلی  
 آپ کا اجر ثواب حق کیلئے تھا، آپ ظالم کے حریف اور مظلوم  
 کے مددگار بنے۔

بیان المطلوب ترجمہ کشف المحجوب صفحہ ۱۸۱ پر حضرت  
 علی الجہیری المعروف بہ داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ  
 علیہ جو اپنے زمانے کے قطب اور ظاہری و باطنی علوم کے  
 عامل و عالم تھے ارشاد فرماتے ہیں۔

آئمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم میں سے میں شیخ آل

مصطفیٰ علی اللہ علیہ وسلم تمام تعلقات دنیائے مجرود  
حضرت امام ابو عبد اللہ حسین بن علی بن ابوطالب رضی  
اللہ عنہ آپ زبانی کے محقق اولیاء میں سے اور اہل صفائے  
لہون کے قبلہ ہیں کربلا کے شہید اہل طریقت آپ کے حال  
وسیرت کی درستی پر متفق ہیں اس لئے کہ جب تک حق  
ظاہر تھا۔ آپ حق کے تابع رہے اور جب امر حق مغلوب  
ہو کر گم ہونے لگا، تو آپ نے تلوار سونت لی اور جب تک  
انہی عزیز جان اللہ کی راہ میں قربان نہ کر دی آرام نہ کیا؛  
حق پسندوں کے لئے حضرت گنج بخش علیہ الرحمۃ کا ارشاد  
کافی ہے تاہم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے کربلا کے  
واقعات کے سلسلے میں حق پر ہونے کی حقیقت ایک مورخ  
کی زبان سے بھی سن لیجئے۔

مقدمہ ابن خلدون اردو صفحہ ۷۷ پر ہے۔  
”جب یزید کا شوق و فحور تمام اہل زمانہ کے سامنے آشکارا  
ہو گیا تو طرفدارانِ اہلسنت نے کوفہ سے حضرت امام حسین  
رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور لکھا کہ آپ تشریف لائیں ہم آپ کی  
پشت پناہی میں ہیں حضرت امام نے سوچا کہ یزید کی بدکاریوں کی



و جیسے یزید کے خلاف اٹھنا تو ہے ہی خصوصاً جبکہ اس پر قدرت بھی ہو تو پھر تاخیر کیوں کی جائے اور آپ اپنے میں یہ شکی اہلیت بھی پائی اور شک نہ بھی ۱۰ اہلیت تو بہر حال آپ میں آپ کے خیال سے بھی زیادہ تھی مگر شوکت کے اندازہ میں آپ صحیح نقطہ نظر پر نہ پہنچ سکے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے معاملہ فہمی میں کچھ غلطی ہوئی لیکن چونکہ یہ غلطی امر دنیوی میں تھی اس لئے یہ آپ کی عظمت شان پر اثر انداز نہ ہو سکی رہا حکم شرعی تو اس کے سمجھنے میں آپ نے ہرگز غلطی نہیں کی، کیونکہ اس کا مدار آپ کے گمان پر تھا، اور آپ کا گمان ہی تھا کہ آپ کو خروج پر قدرت حاصل ہے، حضرت امام شہید ہیں اور مستحق ثواب اور اپنے اجتہاد پر ہیں اور حق بجانب ہیں؟

ان حقائق کی روشنی میں یہ حقیقت روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہو گئی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ حق پر تھے، آپ کی جنگ شوق و مجاہد کے استھیال اور امر حق کی بحال اور اس کے تحفظ کی خاطر تھی نہ کسی ذاتی عرض کے لئے مگر یزید کے حامیوں اور اہلیت کے دشمنوں نے بالکل اس کے خلاف یزید کو خلیفہ برحق مانا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دیکر معاذ اللہ یہ کہا کہ امام حسین

اپنے نام کی شریعت کے بموجب قتل کئے گئے مطلب یہ کہ شہید نہیں ہوئے۔ ایسے لوگوں کو یزید دوستی نے اندھا کر دیا ہے انہوں نے حقیقت سے آنکھیں موند لی ہیں ان کی آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں ان کے کان ہیں مگر سنتے نہیں۔ ان کے دل ہیں مگر سمجھتے نہیں وہ جانوروں کی مثل ہیں، بلکہ ان سے بھی بدتر۔ اللہ کریم ہدایت فرمائے۔

یزید کو خلافت سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ یزید کو خلیفہ ہونا یا سمجھنا خلافت کو منہ چڑانا ہے۔ یزید ایک بادشاہ تھا وہ بھی ظالم و جاہل اور فاسق و قاجر۔ ظالم، جاہل، فاسق، فاجر خلیفہ نہیں ہوا کرتا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں وضاحت ہو چکی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی بادشاہ تھے مگر عادل و منصف خلافت کا دور تو اس وقت ہی ختم ہو چکا تھا۔ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بعض شرائط پر صلح کرتے ہوئے خلافت سے دست برداری اختیار فرمائی تھی۔ ہر امیر کے حکمران محض رسمی طور پر خلفاء کہلاتے تھے، حقیقتاً وہ بادشاہ تھے، ان کے طرز حکومت میں خلافت کے رنگ کی بجائے بادشاہت کا رنگ واضح تھا۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء

اردو کے صفحہ ۲۱۳ پر ارشاد فرماتے ہیں۔

۱۰۱۔ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں سعید جمہاں سے روایت کی کہ میں نے سفینہ سے کہا کہ بنی امیہ کہتے ہیں کہ خلافت ہمارے ظمان میں ہے انہوں نے کہا وہ چھوٹے ہیں بلکہ وہ بادشاہ اور سخت ترین بادشاہ ہیں اور سب سے پہلے بادشاہ معاویہؓ ہیں۔ غرض یہ کہ یزید ایک ظالم بادشاہ تھا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف جہاد کر کے خدا تعالیٰ کی رضا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کی ہے۔ اور شہادت کا بلند ترین مرتبہ پایا ہے۔

## حاکم وقت کی اطاعت

کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم وقت کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ مگر حضرت امام حسینؓ رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی معاذ اللہ نافرمانی کی ہے۔

اللہ کریم کا یہ فرمان صحیح ہے اور واجب اطاعت کہ اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اللہ کے رسول کی اور



اولی الامر کی (یعنی امیر کی) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان  
 بھی بجا اور درست ہے جو بخاری شریف میں انس بن مالک سے  
 روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حکم مانو  
 اور اطاعت کرو اگر تم پر ایک حبشی غلام جس کا سر گنجا ہو حاکم  
 مقرر کیا جائے؟ یزید کے سہمہ رو اور یہی خواہ اطاعت امیر  
 کے سلسلہ میں مذکورہ بالا دلیلیں و پیکر عوام کو یہ کہہ کر گمراہ  
 کرتے ہیں کہ دیکھئے اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام نے  
 حاکم وقت کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے اور اس کے  
 حکم کو ماننے کا حکم دیا ہے، یزید کے دوست بعض ایسی روایتیں  
 بھی پیش کرتے ہیں کہ جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر حاکم وقت سے  
 کوئی برائی بھی دیکھنی پڑے تو اسے دیکھ لو اور صبر کرو اس  
 کے خلاف بغاوت نہ کرو، کیونکہ حاکم وقت کے خلاف باغی کو  
 قتل کی سزا دینے کا حکم دیا گیا ہے، امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان  
 روایات پر عمل نہیں کیا، آپ نے یزید کے خلاف بغاوت کر دی لہذا  
 حاکم بدین آپ شریعت محمدی کی بنا پر قتل کے گئے نہ کہ شہید ہوئے،  
 یزید کے دوست یہ بھی کہتے ہیں کہ جب تک حاکم وقت  
 سے کفر بواح کھلم کھلا کفر ظاہر نہ ہو، اس کے خلاف خروج

شروعاً جائز نہیں۔

یزید کے مہر دو دن اپنی نوکھ لی، اب ذرا ہماری بھی سُن لیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں حاکم وقت کی اطاعت کرنے اور اگر اس سے کوئی بُرائی سرزد ہو جائے اس پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے، لیکن گناہ کے کاموں میں اس کی بات سننے اور اس کی اطاعت کرنے سے روک دیا ہے۔

حضرت تافعؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ نے ارشاد فرمایا: **اَسْمَعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمَلِكُ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَإِنْ أُمِرَ بِهَا فَطَاعَ** (بخاری شریف کتاب الاحکام)

مسلمان پر (اپنے امام اور بادشاہ اسلام) کی اطاعت واجب ہے خوشی یا ناخوشی ہر حال میں جب تک گناہ کا حکم اس کو نہ دیا جائے پھر جب (امام یا بادشاہ اسلام کی طرف سے) اس کو گناہ (ناجائز کام) کا حکم دیا جائے تو نہ سننے اور نہ اطاعت کرے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہجری میں ایک لشکر بھیجا اور اس



کا سردار ایک انصاری (عبداللہ بن خذافہ نہ سہمی) کو مقرر کیا اور  
 لوگوں کو یہ حکم دیا کہ ان کی اطاعت کریں ورنہ میں ایسا اتفاق  
 ہوا کہ (عبداللہ بن خذافہ نہ ان لوگوں پہ غصے ہوئے کہنے لگے کہ کیا  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ میری  
 اطاعت کرنا انہوں نے کہا بیشک یہ حکم تو دیا تھا عبداللہ نے کہا تو میں  
 تم کو یہ کہتا ہوں کہ تم لکڑیاں جمع کرو، انگارے سلگاؤ اور پھر اس  
 آگ میں گھس جاؤ۔ انہوں نے لکڑیاں جمع کیں آگ سلگائی جب اس  
 میں گھسنے کا قصد کیا تو ایک دوسرے کو بچنے لگے کہنے لگے ہم نے جو  
 اپنے باپ دادا کا دین چھوڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 پیروی کی تو محض (دوزخ) کی آگ سے بچنے کے لئے اب ہم پھر  
 آگ میں داخل ہو جائیں (تو اسلام لانے سے اتنی تکلیف اٹھانے  
 کا کیا فائدہ ہوا) اتنے میں آگ خود بخود بجھ گئی اور عبداللہ کا غصہ  
 بھی جاتا رہا پھر یہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا  
 گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا **لَوْ دَخَلُوا هَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا**  
**أَبَدًا** اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوبِ اگر یہ شکر دے اس آگ  
 میں گھس جاتے تو کبھی اس میں سے نہ نکلنے (حاکم کی اطاعت)  
 جائز کاموں میں کرنی چاہیے (بخاری شریف کتاب الاحکام)



حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہونے کے بعد  
جب پہلی مرتبہ خطبہ دیا تو اس میں ارشاد فرمایا: "میں تمہارا سردار  
بنا یا گیا ہوں۔ حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں پس اگر میں نیک  
کام کروں تو تمہارا فرض ہے کہ میری مدد کرو، اور اگر میں کوئی غلط  
راہ اختیار کروں تو فرض ہے کہ تم مجھے سیدھے راستے پر قائم کرو۔"  
(تاریخ اسلام اکبر شاہ خاں نجیب آبادی حصہ اول صفحہ ۲۷۹)

بخاری شریف کی مذکورۃ الصدرا احادیث سے بالکل واضح  
ہے کہ گناہ اور ناجائز کاموں میں امیر اور حاکم کی اطاعت کرنا تو  
درکنار اس کی بات بھی نہیں سنی جائیگی۔

یزید کو گھر بیٹھے ایک وسیع و عریض سلطنت بے سخت و شفقت  
مل گئی تھی۔ لیکن اس نے خدا کے اس انعام کی قدر نہ کی اور پہلے سے بھی  
زیادہ احکام شرعیہ کے خلاف عمل کرنے والا بن گیا اور بقل طراکٹر  
الحسین "وہ یہ خیال کرتا تھا کہ اسکی اطاعت تمام لوگوں پر فرض  
ہے، طامال مٹول کرنے والا تو اس کے نزدیک گردن زدنی تھا۔  
(عثمان و علی و بنو ارد و ترجمہ صفحہ ۵۶۰) اگر وہ خلیفہ  
برحق ہوتا تو ہرگز ایسا خیال نہ کرتا اور نہ خلاف شرع اعمال کا  
مرتکب نہ ہوتا بلکہ خلفائے راشدہ کے نقش قدم پر چلتا۔ یا اگر

وہ بادشاہ عادل ہوتا تو کم از کم اپنے والد حضرت امیر معاویہؓ کا ہی اتباع کرتا جب عادل بادشاہ ہی نہ تھا تو خلیفہ کیسے ہو سکتا تھا؟ وہ ایک ظالم اور بد اعمال بادشاہ تھا جس کی اطاعت حسین رضی اللہ عنہ جیسا امت کا امام نہیں کر سکتا تھا۔ اگر یزید عادل و متصف اور احکام شرعیہ پر عمل کرنے والا اور ان کا تحفظ کرنے والا ہوتا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس کی بیعت بھی کر لیتے جیسا کہ انہوں نے اور ان کے بڑے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہؓ کی بیعت کر لی تھی۔ یزید نواز لوگوں نے یزید کو تو خلفائے راشدین کے مرتبے سے بھی (معاذ اللہ) بڑھا دیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خطبہ دیا تو فرمایا کہ لوگو! نیک کام کروں تو میری مدد کرو، اور اگر غلط راہ اختیار کروں تو تمہارا فرض ہے کہ مجھے سیدھا کر دو۔ مگر یزید نوازوں نے نہ تو حد ہی کر دی، انہوں نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر حاکم دقت سے کوئی حیرائی دیکھو تو اس پر صبر کرو۔ صبر کی بھی تو حد ہوتی ہے جب حاکم وقت سراپا حیرائی کا مجسمہ بن جائے، اور دین کی قدریں اس کے ہاتھوں پامال

ہونے لگیں تو ایسے وقت صبر کی تلقین کہاں کی گئی ہے ؟ اور حق پرستوں  
سے کیونکر صبر ہو سکتا ہے ؟

## یزید اور کفر بواح

یزید کے دوست کہتے ہیں کہ جب تک حاکم وقت سے کفر بواح  
یعنی کھلم کھلا کفر ظاہر نہ ہو اسکی مخالفت نہیں کی جائے گی۔ اور اس  
کے خلاف خروج نہیں کیا جائے گا۔

بخاری شریف کتاب الفتن میں ہے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کی ایک حدیث جو عبادہ بن صامت سے مروی ہے  
اس میں آپ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ  
اقرار بھی لیا کہ جو شخص حاکم بن جائے ہم سے جھگڑانہ کرے۔ اَلَا  
اَنْ تَشْرَوْاْ الْكُفْرَ بَوَاحًا عِنْدَ كَمٍ مِنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ  
البتہ جب تم اعلانیہ اسے کفر کرتے دیکھو تو اللہ کے پاس تم کو دلیل  
مل جائے گی۔

تیسرا بخاری شرح بخاری پارہ ۲۹۰ صفحہ ۴۷ کے حاشیہ  
پر اس حدیث کی شرح میں ہے۔

اللہ کے پاس دلیل ملنے کا مطلب یہ ہے کہ جب حاکم



اعلانیہ کفر کرنے لگے۔ تو اس سے لڑنے پر تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ دوسری روایت میں یوں ہے جب تک وہ تم کو صاف اور صریح گناہ کا حکم نہ دے۔ دوسری روایت میں ہے جو حاکم اللہ کی نافرمانی کرے۔ اس کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔ ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے تم پر ایسے لوگ حاکم ہوں گے جو تم کو ایسی باتوں کا حکم کریں گے جن کو تم نہیں پہچانتے اور ایسے کام کریں گے جن کو تم جڑا جانتے ہو تو ایسے حاکموں کی اطاعت کرنا تم کو لازم نہیں یہ جو فرمایا اللہ کے پاس تم کو دلیل مل جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے لڑنے اور اسکی مخالفت کرنے کی سند مل جائے گی اس سے یہ نکلا کہ جب تک حاکم کے قول یا فعل کی کوئی تاویل شرعی ہو سکے۔ اس تک اس سے لڑنا اور اس پر فروع کرنا جائز نہیں البتہ اگر صاف و صریح وہ شرع کے خلاف حکم دے اور قواعد اسلام کے برخلاف چلے جب تو اس پر اعتراض کرنا اور اگر نہ مانے تو اس سے لڑنا درست ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے چاہا تھا کہ انہیں ینہ پید کے پاس پہنچا دیا جائے۔ ایسا کرنے سے آپ کا مقصد یہی ہو سکتا ہے کہ آپ اس کو اصلاح احوال کی طرف توجہ دلائیں

ممکن ہے کہ بالمشافہ گفتگو ہونے سے یزید پر کوئی اچھا اثر  
 پڑے، اور وہ میری نصیحت کو قبول کر کے فسق و فجور سے باز  
 آجائے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کی ذات سے کوئی کد  
 نہ تھی، اس کی بد اعمالی سے نفرت تھی، امام حسین رضی اللہ عنہ  
 کی خواہش کے باوجود انہیں یزید سے ملاقات کرنے کا موقع  
 نہیں دیا گیا، یزید نفس و شیطان کا بندہ بن رہا تھا اور  
 عیش و عشرت میں مبتلا رہنے سے وہ انسانی لذتیں حاصل کرتا  
 تھا، اس نے سوچ لیا کہ اگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ  
 سے ملاقات ہوگئی، اور انہوں نے مجھے اس بواہرہی سے باز رکھنے  
 کی ہدایت فرمائی اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ حسین علیہ السلام صرف  
 یزید کی اصلاح چاہتے ہیں، اگر آج وہ نیک اور صالح بن جائے  
 تو امام عالی مقام اس کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے ہیں، امام حسین  
 رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے اور ان کی ہدایتوں کے بعد جو لوگوں  
 کے علم میں آچکی ہوں گی، اگر میں نفس و شیطان کا بندہ بنا رہا  
 اور اس نے امام حسین علیہ السلام کی ہدایت پر عمل نہ کیا اور پھر  
 ان کے خلاف اگر کوئی سخت قدم اٹھایا تو تمام لوگ میرے  
 خلاف ہو جائیں گے اور سلطنت میرے ہاتھ سے نکل جائے گی۔



عبداللہؑ کی شہید کر دیا۔ اس کی وقت پر پہنچی ہے جبکہ اس کے قتل کو صلاں جانا ہو۔ لہذا یزید نے کفر کیا اس لئے وہ اور اس کے اعوان و انصار بھی کافر ہو گئے۔

اور میری اس عیش کو شہی کا خاتمہ ہو جائے گا جسے میں ختم نہیں کرنا چاہتا۔ بہتر یہ ہے کہ ان کو قریب نہ آنے دیا جائے۔ اور یہ بہانہ قائم کر رکھا جائے کہ وہ میری بیعت نہیں کرتے، خلیفہ کے خلاف بغاوت کر رہے ہیں۔ اس طرح ان کے شہید کرنے کا جواز نکل آئے گا۔ اور پھر ان کے بعد کوئی مجھے میری من مانی کارروائیوں پر روکنے لڑکنے والا نہیں رہیگا۔ یزید نے جو سوچا وہ کر دکھایا۔  
امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ یزید کی اصلاح کی صورت باقی نہیں رہی۔ اور مجھے اپنے فتن و فحور کے سامنے جھکانا چاہتا ہے۔ اور مجھ پر جنگ مسلط کر رہا ہے۔ تو آپ میدان چھار میں نکل آئے۔

اگر یزید سے کفر بواح صادر نہیں ہوا تھا۔ تو یہ بتایا جائے کہ حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اہل مدینہ نے یزید کی بیعت کیوں نسخ کر دی تھی یہ واقعہ بخاری شریف کتابا نقض میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے ال الفاط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔  
بِمَا خَلَعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ يَزِيدَ بْنَ مَوْحِبٍ  
جب مدینہ والوں نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی جمعہ اہل مدینہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یزید نے حضرت امام حسین اور بیت سے مسلمانوں کو بلا لیا وہ شہید کر دیا۔ قتل عمر کے متعلق سورۃ النسا بارہیم میں ہے وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِلًا فَعَنَّا آتِمْ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا وَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ وَلَعْنَةُ أَهْلِ الْاٰلِ عَنَّا عَذَابًا عَظِيمًا

میں نے اس کو قتل کر دیا۔ اور اس کے قتل کو صلاں جانا ہو۔ لہذا یزید نے کفر کیا اس لئے وہ اور اس کے اعوان و انصار بھی کافر ہو گئے۔



گھروالوں۔ لرنڈی غلاموں کو جمع کیا۔

حدیث کے اگلے حصے میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ان کے گھروالے اور ان کے لرنڈی غلام بھی یزید کی بیعت فسخ نہ کر دیں اس لئے ان کو ہدایت و نصیحت کرنے لگے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ حضرت امیر معاویہؓ کے کہنے سے یزید کی ولیعدی کی بیعت کیلئے تیار نہیں ہوئے تھے اور نہ انہوں نے یہ بیعت کی تھی، مگر حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد انہوں نے بذریعہ تحریر یزید کی بیعت کرنی یزید ان سے خوش ہو گیا یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ یزیدؓ کے ظلم و تشدد سے محفوظ رہے۔ تسیر الباری شرح بخاری کے صفحہ ۲۵ پر حاشیہ میں ہے کہ "حضرت عبداللہ کا مذہب یہ تھا کہ گویا فاسق ہو مگر فسق و فجور کی وجہ سے اسے معزول نہیں کیا جاسکتا جیسے ہمارے زمانے کے اکثر فقیہوں کا قول ہے، اس سلسلے میں اصل بات تو یہ ہے کہ یزیدؓ کی بیعت ہی درست نہ تھی، کیونکہ اہل حل عقد نے اس سے بیعت نہیں کی تھی، سب مسلمانوں کے سردار اس وقت

امام حسین علیہ السلام کئے انہوں نے اور دوسرے افراد بیعت  
اور صحابہؓ نے اس سے بیعت نہیں کی تھی۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ  
ابن عمرؓ کی بیعت کے متعلق تاریخ الخلفاء اردو کے صفحہ ۱۱۳ پر فرمایا ہے  
”ابن اسکندر کہتے ہیں کہ جب یزید کی بیعت کی گئی تو حضرت  
ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ شخص اگر اچھا نکلا تو ہم اس سے  
راضی رہیں گے ورنہ بلا پر صبر کریں گے۔“

مورخین نے ہالانفاق لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے وفات  
سے قبل یزید کو یہ یقین دلایا تھا کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ حضرت  
عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت سعید بن عثمان رضی اللہ عنہم کی طرف سے تیرے  
لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یزید ان کی طرف متوجہ نہیں  
ہوا۔ اس کے ظلم و عدوان کا نشان سب سے پہلے حضرت امام  
حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاءؓ بنے پھر حضرت عبداللہ بن  
زبیرؓ اور کچھ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے ہزاروں صحابہؓ اور  
صحابیات رضی اللہ عنہم اجمعین

یتسیر الباری شرح صحیح بخاری میں ہے کہ اہل مدینہ  
کے یزید کی بیعت توڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ پہلے مدینہ والوں نے

یزید کو اچھا آدمی سمجھ کر اس سے بیعت کر لی تھی۔ پھر لوگوں کو  
 اس کے دریاخت حال کے لئے بھجوا یا تو معلوم ہوا کہ وہ کم بخت  
 فاسق، فاجر، شراب خوار ہے۔ تب انہوں نے یزید کو نائب  
 عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ سے نکال دیا۔ اور یزید کی  
 بیعت توڑ دی۔ یزید یہ سن کر غصے ہو گیا اور مسلم بن عقبہ کو فرج  
 دیکر اس نے مدینہ بھیجا اور یہ حکم دیا کہ  
 جب مدینہ والوں پر فائدہ آ جاؤ۔ تو تین دن تک قتل و خون  
 ریزی کرتا رہنا۔

## واقعہ حرہ

جامع التواریخ مطبوعہ نوکشتور کے ص ۱۵ پر ہے۔  
 ابن زبیرؓ حال یزید کا لامکہ بیروں نمود وہم طائف اعیان مدینہ  
 دمشق رفتند و بدند کہ یزید شراب سے خور و باسگان ہنکار می  
 رود و در مجلس اور طنبور مینوا زند و با اہل فسق مجلس سے نماید  
 بموائے آں اہل مدینہ بخلج یزید بدست عبداللہ بن خطلمہ بیعت  
 نمودند یزید بدیافت آن مسلم بن عقبہ را بالشکر شام رواہ  
 کرد و آن لعین بعد از طے مراحل بمدینہ رسید مدت مسہ شہان



روز در قتل و غارت اہل مدینہ و اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
و سلم قصور نہ ساخت بعد از فراغت از مهم مدینہ ہوا اہل سند  
شقت و چہار بھری بعزم بخار بہا عبد اللہ بن زہیر روانہ ہو گئے  
مگر دید و در اثنا کے راہ مرضی ہو و ستوری گشت سپارہ را تھیں  
بن نیمہ سپروہ خود بدوزخ پیوست و حسین مقابلہ عبد اللہ بن زہیر  
نمود و بعد از مقابلہ مقابلہ مروم کہ ہنرم شدہ متحصن گشتند و حسین سکرا  
احاطہ ساخت و زمان محاصرہ از ابتدائے سفر تا آخر ربیع الاول  
امتداد یافت و در آخر ماہ ضرب و خمر فوت یزدید ہو گئے رسید حسین با  
سپاہ شامہ بدیار خود روی نہاد۔

حضرت ابن زہیر رضی اللہ عنہ نے یزدید کے عمال کو کہے نکال  
دیا۔ مدینہ کے معتبر لوگوں کی ایک جماعت مشق روانہ ہو گئی انہوں  
نے وہاں جا کر دیکھا کہ یزدید شراب پیتا ہے، شکاری کتوں کے ساتھ  
شکار کو جاتا ہے، اس کی مجلس میں طنز و بھائی جاتا ہے وہ شاق  
و فجار لوگوں کے ساتھ نشست رکھتا ہے، یہ دیکھ کر اہل مدینہ نے  
یزید کی بیعت توڑ ڈالی اور عبد اللہ بن صفوان کے ہاتھ پر بیعت  
کر لی۔ یہ بات جب یزدید کی علم میں آئی، اس نے مسلم بن عقبہ کو ایک  
شاہی شکر کے ساتھ روانہ کیا، وہ یحییٰ بن عمر بن زہیر کو مدینہ پہنچا

اس نے متواتر تین دن تک اہل مدینہ اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ مدینہ کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد ۶۴ ہجری کے شروع میں عبداللہ بن زبیر سے لڑنے کے لئے مکہ روانہ ہوا سفر کے دوران اسے ایک مہلک مرض نے آ رہا تھا اس نے (مسلم بن عقیقہ) حصین بن نمیر کو شامی فوج کا سپہ سالار بنایا اور خود جہنم رسید ہو گیا۔ حصین نے عبداللہ بن زبیر سے جنگ کی مکہ کے لوگ شکست کھا کر گرفتار ہوئے۔ حصین نے مکہ کا محاصرہ کر لیا یہ محاصرہ اتھارے صفر سے ربیع الاول کے آخر تک رہا۔ اسی اخبار میں یزید کے انتقال کی خبر آ گئی۔ حصین نے محاصرہ اٹھایا اور شامی فوج کو میکہ شام روانہ ہو گیا۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ قریباً بتے ہیں: تاریخ الخلفاء

اردو کے ۲۲۵ پر ہے۔

۶۵ ہجری میں یزید کو خبر پہنچی کہ اہل مدینہ اس پر غرور کیا جاتے ہیں اور اسکی بیعت سے انکار کرتے ہیں۔ یہ سن کر اس نے میکہ بیت برائے شکران کی طرف روانہ کیا۔ اور مدینہ والوں سے اعلان جنگ کر دیا پھر مکہ معظمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر پر لشکر کشی کا حکم دیا۔ چنانچہ یہ لشکر یہاں پہنچا اور واقعہ حرہ باب طیبہ پر واقع ہوا۔

اور واقعہ حرۃ جلالت ہو گیا تھا۔ اس کی کیفیت حسن اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ میں سے کوئی شخص ایسا نہیں رہا تھا جو اس لشکر سے پناہ میں رہا ہو ہزار ہا صحابہ شہید ہوئے۔ مدینہ شریف لوٹ لیا گیا۔ ہزاروں لڑکیوں کی کجبت شکریوں نے بکارت زائل کر دی نا اللہ وانا الیہ راجعون۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اہل مدینہ کو ڈرائیگا خدا تعالیٰ اس کو ڈرائیں گے اور اس کے اوپر اللہ اور فرشتوں لد تمام آدمیوں کی لعنت ہوگی۔

جب یہ لشکر مکہ معظمہ آیا تو حضرت ابن زبیرؓ کا محاصرہ کر لیا ابن زبیر نے بھی ان سے مقابلہ کیا چونکہ آپ محاصرہ میں تھے۔ اس لئے آپ پر منجنیق سے پتھر برسائے گئے جن کے شراروں سے کعبہ شریف کا پردہ اور اس کی چھت اور اس دہانہ کے سنگ جل گئے جو حضرت اسمعیل علیہ السلام کے فریہ کے لئے بھیجا گیا تھا؟ تاریخ ابن خلدون صفحہ ۱۳۹ پر ہے۔

”شامی لشکر نے مدینہ میں داخل ہو کر تین روز تک قتل عام کا بازار گرم رکھا اور لوگوں کا مال و اسباب لوٹ لیا۔“ ابن خلدون صفحہ ۱۴۰ پر ہے۔



شامی شکر ۲۶ محرم ۱۰۴۲ھ کو مکہ معظمہ کے قریب پہنچ گیا۔

اہل مکہ کو یزید کی بیعت کے لئے طلب کیا، ان لوگوں نے اس سے انکار کر دیا اور لڑائی کی طرف سے تیاریاں شروع ہو گئیں حصین بن نمیر نے کوہ ابو تمیس پر مخفیقیں نصب کرا دیں، چو شب و روز خانہ کعبہ پر سنگباری کرتی تھیں کوئی شخص طواف نہ کر سکتا تھا، بقیہ محرم اور پورا دہائیہ صفر کا اسی حالت میں گذر گیا، یہاں تک کہ ربیع الاول کی بھی تیسری تاریخ آگئی، شاہ بیوں نے خانہ کعبہ پر آگ برسائی، چھت اور پورے جل کر راکھ ہو گئے، ہنوز لڑائی کا خاتمہ نہیں ہوا تھا کہ یزید مر گیا، اس کی موت کی خبر عبداللہ بن زبیر کو پہل اس کے کہ حصین بن نمیر کو معلوم ہو پہنچ گئی، عبداللہ بن زبیر نے پکار کر کہا، اے بھتیجا اے عبداللہ اب تم کیوں لڑ رہے ہو، تمہارا گمراہ سردار مر گیا؟

تاریخ اسلام مصنفہ شتر جالندھری و عبدالحمید صاحب حمید ایم اے کے صفحہ ۳۲۲، ۳۲۳ پر ہے۔

”مسلم بن عقبہ نے حرہ کی طرف سے مدینہ پر حملہ کر دیا، اور تین دن تک گھسان کارن پڑا، اہل مدینہ نے خوب جہم کر دیا۔ شہادت دی، لیکن آخر شکست کھائی، اکابر مدینہ شہید ہوئے پھر

مسلم نے مدینہ میں قتل و غارت کا بازار گرم کرنے کا حکم دیا  
 شامی فوجوں نے تین دن تک یہ سلسلہ جاری رکھا، مدینہ  
 منورہ کی تباہی کا یہ واقعہ جو یزید کے نامہ اعمال کا دوسرا  
 سیاہ ورق ہے ۲۸ ذی الحجہ ۶۳۳ھ کو رونما ہوا، بعد ازاں مسلم  
 بن قیس نے حضرت عبداللہؓ کو زہر سے مقابلہ کے لئے مکہ کی  
 راہ لی، راستے میں بیماری کی وجہ سے اس کی حالت نازک ہو گئی  
 اس نے حسین بن نمیر کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور سفر آخرت  
 اختیار کیا، اس نے ۶ محرم کو مکہ پہنچ کر حرم کا محاصرہ کیا جہاں  
 حضرت زبیرؓ اماں گیر تھے، پہلے انہوں نے مکہ سے باہر نکل کر  
 مقابلہ کیا پڑی فوں ریز جنگ ہوئی پھر مکہ میں محصور ہو کر مدافعت  
 کی آخر حسین بن نمیر نے سنگ باری شروع کی، خانہ کعبہ کے کچھ  
 حصے کو نقصان پہنچا، اسی اشار میں یزید کی موت کی خبر آئی  
 اور جنگ ختم ہو گئی؟

تاریخ طبری اردو ترجمہ کے صفحہ ۲۸۷-۲۸۸ پر ہے۔  
 فائدہ مرہ میں مدینہ کی کثیر جماعت میں ایسا کوئی نہ رہا جو قتل  
 نہ کر دیا گیا ہو، اس دمسلم بن عقبہ نے حرم رسول کو مباح کر لیا  
 دو شیرہ عمدتوں کے اولاد ہوئی جن کو کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ

کس کی اولاد ہے؟ لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ بیعت کریں قریش کے آدمی کو لایا جاتا اور اس سے کہا جاتا کہ اے شخص اس پر بیعت کر کہ یزید بد کا خاندانی غلام ہے وہ کہتا تھا نہیں تو اس کی گردن مار دی جاتی۔ پھر مسلم بن عقبہ بقصد مکہ ابن زبیر سے جنگ کے لئے نکلا۔ راستہ میں اس کی موت آ گئی۔ اس نے حصین بن نمیر کو نائب بنادیا تھا۔ حصین بن نمیر مکہ آیا حرم میں ابن زبیر سے جنگ میں مشغول ہو گیا، اور ان پہ ایسی آتش فشاں کی کہ کہیہ کو جلادیا۔ واقعہ حرہ سے متعلق مورخین کے بیانات مطالعہ کرنے سے یزید اور اس کے شامی لشکر کے ترمناک کر قوت آپ نے ملاحظہ کر لئے کہ یزید کے حکم سے مکہ معظمہ میں کیا ہوا۔

۱۔ تین روز تک متواتر مدینہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں لوٹ مار، قتل و غارت، تباہی و بربادی اور خون ریزی جاری رہی، سنیکڑوں صحابہ رضی اللہ عنہم شہید کر دیئے گئے۔

۲۔ عورتوں کی عصمت دری کی گئی،

۳۔ بچے بچے اپنی مدینہ سے زبردستی بیعت لی گئی، ہر شخص سے کہا جاتا کہ اس بات پر بیعت کرو کہ تم یزید کے



خاندانی غلام ہوا، اگر وہ کہتا کہ نہیں تو اس کی گردن  
ماری جاتی۔

۴۔ مکہ معظمہ کا محاصرہ کیا گیا۔ جو ایک مہینہ سے زیادہ  
عرصہ تک جاری رہا۔

۵۔ منجیت سے پتھر پھینکے گئے، جس سے کعبہ شریف کا  
پردہ اور چھت جل گئی۔

۶۔ لوگوں کو طواف سے محروم کر دیا گیا۔ صبح روایتوں سے  
ثابت ہے کہ مسجد نبوی میں تین دن تک آذان نہیں ہوئی  
اس طرح یزید نے مسلمانوں کو نماز سے بھی محروم رکھا۔

غرض کہ ایسے دو مقدس مقامات کی توہین میں کوئی کسر اٹھانے

رکھی جواہل ایمان کو جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں، جہاں سے اسلام

شروع ہوا، اور صحیح روایات کے مطابق جہاں آخر زمانے میں

پھر سمٹ کر آجائے گا۔ ان ذیلی حرکتوں کے باوجود یزید کے

نام پر اس کی تعریف میں رطب اللشان ہوتے ہیں۔ اسے

امیر المؤمنین اور خلیفہ متقی پر ہنر گار، غازی، مجاہد، امیر الحج

عالم دین اور نہ جانے کیا کہتے ہیں، شرم کا مقام ہے

کیا ان بدترین افعال اور ذلیل ترین اعمال کے صدور پر بھی یزید رحمۃ اللہ علیہ

اور رضی اللہ عنہ کہلانے کا مستحق ہے۔ اس بد سخت پر اور اس کے اعوان و مدد انصار پر خدا کی پھٹکار

غور فرمائیے کہ بزرگ و بزرگواروں سے یہ حرکتیں کیوں مرزد ہوئیں، اس لئے کہ انہوں نے اہلبیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ کے ساتھ نہایت ہی ظالمانہ سلوک کیا۔ اس سلوک کی وجہ سے ہر طرف لوگوں میں نفرت پھیلنے لگی، یہاں تک کہ اہل مکہ و اہل مدینہ نے اس کی بیعت ہی توڑ ڈالی۔ اگر اس کے مداح خواں اور کاسہ پیس اس کو اس کے فسق و فجور کے باوجود خلیفہ ہی مانتے تھے تو کم از کم اہل مدینہ و مکہ کے بیعت توڑ دینے کے بعد تو اسے خلیفہ نہیں کہنا چاہیے تھا۔ وہ خلیفہ تھا ہی کہاں؟ وہ ایک ظالم و جابر۔ خود پرست و خود میں عیش و عشرت کا دلدادہ فسق و فجور میں مبتلا انسان تھا، جسے اتفاق سے ایک بڑے ملک کی بادشاہی مل گئی اسے اس نہ آئی اور اس کی دنیا و آخرت تباہ کرنے والی ثابت ہوئی، بیچ البلاغہ اردو ترجمہ مطبوعہ غلام نبی اینڈ سنز کے صفحہ ۶۷ پر خطبہ نمبر ۱۷۳ میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں۔

” امر خلافت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ اس (خلافت) پر قوی اور قادر ہو اور اس کے بارے میں جو احکام خداوندی کا سب سے زیادہ ان کا واقف ہو اور فرض شناس ہو تو اگر اس بات میں کوئی فتنہ انگیزی اور تباہ کاری پر آمادہ ہو تو سب سے پہلے اسے امر حق کی طرف پلٹے پر آمادہ کیا جائیگا اور انکار کی صورت میں اس سے جنگ جائز ہوگی۔“

مقدمہ ابن خلدون اور ترجمہ صفحہ ۱۹ پر ہے۔

” خلافت دراصل اس کا نام ہے کہ دین کی حفاظت غور و پرداخت اور سیاست دنیا میں شارع علیہ السلام کی ٹھیک ٹھیک جانشین و نیابت انجام دی جائے۔ اس کا نام خلافت بھی ہے اور امامت بھی اور خلیفہ کہ خلیفہ بدیہہ کہا جاتا ہے کہ یہ دنیا کی امت میں نبیؐ کی خلافت و نیابت انجام دیتا ہے کبھی مطلق خلیفہ کہتے ہیں اور کبھی خلیفہ رسول اللہؐ۔“

پہنچ البلاغہ اور مقدمہ ابن خلدون کی مذکورۃ الصدور تحریروں کو بار بار پڑھئے اور خدا را انصاف کیجئے کہ کیا مزید میں وہ تمام شرائط پائی جاتی تھیں جو ایک نائب رسولؐ علیہ السلام میں ہونی چاہئیں؟ مزید نے احکام خداوندی کا مذاق



اٹایا۔ اس نے دین کی حفاظت کرنے کی بجائے دین کو برباد کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا، سیاست دُنیا میں وہ شارع علیہ السلام کا جانشین ثابت نہیں ہوا، اس نے تو دین کو مسخ کرنے کی کوشش کی، وہ دُنیا کو دین کے اصولوں پر کس طرح چلاتا؟ کیا پزیردانی بدکاریوں اور بد اعمالیوں کی وجہ سے اس قابل ہے کہ اسے نبی کی امت میں نبی کی خلافت و نیابت انجام دینے والا کہا جائے؟ یا اسے مطلق خلیفہ اور یا خلیفہ رسول اللہ کہا جائے؟ ہرگز نہیں، ایسا وہی کہہ سکتے ہیں کہ جو یزید کی حمایت میں اُدھار کھائے بیٹھے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یزید کے ساتھ ان کی دُنیا و آخرت تباہ ہو جائے، کاش انہیں اس کا احساس ہوتا۔

**صحابہ کرامؓ کے حضرت امام حسینؓ کا کشاکش کیوں نہیں دیا؟**

فقہ روایات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی حمایت میں اسلام کی سر بلندی کے لئے یزیدیوں سے جنگ کی اور بلا شبہ یہ بات ہر تہ دو سے میرا ہے، کہا جاتا ہے کہ اگر امام کا مقام رضی اللہ عنہ اعلیٰ کلمۃ الحق ہے، لے نکلے تھے تو پھر صحابہؓ نے ان کا ساتھ کیوں نہیں دیا؟ اگر امام حسین رضی اللہ عنہ حق کے لئے لڑتے تو صحابہؓ

ضرور ان کے ساتھ دیتے اس کا جواب مورخ ابن خلدون کی زبان  
سے سنئے فرماتے ہیں :-

” حضرت امام حسینؑ کے علاوہ دیگر صحابہؓ جو حجاز میں تھے یزید  
کے پاس شام اور عراق میں اور اسی طرح ان کے تابعین یزید پر خروج  
کو نامناسب سمجھتے تھے اگرچہ وہ فاسق ہی تھا۔ کیونکہ اس میں فتنہ ساز  
خون ریزی کا خطرہ تھا اس لئے وہ اس سے بچے رہے اور حضرت امام  
حسینؑ کا ساتھ نہیں دیا۔ مگر یہ بھی نہیں کہ ان کو ہلاکت تھی ...  
یا ان کو گمراہی کا رٹھارٹے کیونکہ آخر آپ بھی تو مجتہد تھے اور پیغمبرین  
کی سچی صفت ہے کہ ان کے اختلاف کو باعث گناہ نہیں سمجھا جاتا۔ اسی  
طرح ان صحابہؓ کو بھی گناہ کا رٹھارٹھارٹھ غلطی ہے کہ جنہوں نے حضرت  
حسینؑ کی مدد سے یا تھ کھینچا کیونکہ ان میں اکثر صحابہؓ تھے اور یزید  
کے ساتھ تھے اور اس پر خروج کو بقا ضائع وقت جائز نہیں مانتے  
تھے مگر امام حسینؑ نے کس پر بھی ان میں سے یہ الزام نہیں لگایا کہ وہ  
میری مدد سے بیٹھے رہا اور میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ کیونکہ آپ یہ ضرور  
جانتے تھے کہ صحابہؓ کا عمل بھی اجتہاد پر ہے اور آپ کا عمل بھی اجتہاد  
پر ہے۔ پھر اس پر کیا گرفت اور کیا الزام۔ ہر ایک کا اجتہاد اپنا  
اپنا الگ ہے۔ پھر یہ بھی نہ سمجھا جائے کہ جس طرح دیگر صحابہؓ نے

اجتہادِ اختلاف کے باعث حضرت امام کا ساتھ چھوڑا اسی  
 طرح امام موصوف د امام حسینؑ کی شہادت بھی انہی صحابہؓ کے  
 اجتہاد ہی سے ہوئی ہوگی بخدا کی پناہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے اس  
 گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی ذمہ داری تو صرف یزید اور اس کے ساتھیوں  
 کے کندھے پر ہے، پھر یہ بھی نہ کہتے کہ جب صحابہؓ کو امیر نے یزید کے  
 ناسق ہونے پر بھی اس پر خروج کو جائز قرار نہیں دیا تو یزید کے  
 افعال بھی ان کے نزدیک صحیح ہوں گے، ہرگز نہیں، ناسق کے  
 وہی اعمال و افعال صحیح اور قابلِ نفاذ ہوتے ہیں جو شریعت کے  
 دائرہ میں ہوں، یہاں قتال کی تو کوئی صورت صحابہؓ کے نزدیک  
 منصوص نہ تھی کہ اس کو وہ جائز رکھتے کہونکہ باغیوں سے قتال کیلئے  
 ان کے نزدیک امام عادل کی سرکردگی لازم ہے جو یہاں مفقود ہے  
 اس لئے کہ یزید امام عادل نہیں کہ اس کی کمان میں لڑائی لڑی جائے  
 خلاصہ پوری بات کا یہی نکتہ کہ صحابہؓ کے نزدیک نہ تو حسینؑ کا  
 یزید سے لڑنا جائز تھا نہ یزید کی جنگ امام موصوف کے ساتھ  
 بلکہ یزید نے جو کچھ نازیبا حرکت کی، وہ اس کے فسق و فجور کو بڑھاتی  
 اور سختہ کرتی ہے اور اس کی بد اعمالیوں پر ہر لگاتی ہے اور حضرت  
 امام شہید ہیں اور مستحقِ ثواب اور اپنے اجتہاد پر ہیں اور حق بجانب



جو صحابہؓ یزید کے ساتھ تھے وہ بھی چونکہ اپنے اجتہاد پر قائم تھے، اس لئے وہ بھی حق ہی کے پیرو مانے جائیں گے؟

مقدمہ ابن خلدون اردو صفحہ ۲۲۷ - ۲۲۸ -

خدا تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ابن خلدون کو اس کے اس بیان نے مسئلہ بالکل صاف کر دیا اور کوئی شک باقی نہیں رہا۔

ابن خلدون کے بیان سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے :-

۱۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یزید کو فاسق سمجھنے سے باوجود فتنہ و فساد اور خون ریزی کے ثبوت سے اس کے خلاف خروج کو مناسب نہیں سمجھتے تھے۔

۲۔ اگرچہ صحابہؓ نے امام حسین کا ساتھ نہیں دیا لیکن یزید سے جنگ کرنے کے مسئلہ میں ان کو نہ برا کہتے ہیں نہ گناہ گزار پھرتے ہیں۔ کیونکہ وہ انہیں امام حسینؑ کو بھی مجتہد مانتے تھے اور مجتہدین کا اختلاف باعث گناہ نہیں سمجھا جاتا۔

۳۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان صحابہؓ کو جنہوں نے ان کا ساتھ نہیں دیا گناہ گزار نہیں پھرایا۔ ان کو برا کہا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ صحابہؓ کا عمل بھی اجتہاد پر ہے اور مجتہد

سے اگر غلطی بھی ہو جائے تو اس پر گرفت نہیں ہوتی  
۴۔ یزید نے ہی امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کروایا، یزید  
نے ایسا کر کے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا اس کی ذمہ داری  
یزید اور اس کے ساتھیوں کے کندھے پر ہے صحابہؓ اس  
الزام سے بری ہیں۔

۵۔ یہ خیال کرنا درست نہیں کہ صحابہؓ نے جب یزید کو فاسق  
سمجھنے کے باوجود اس پر خروج کو مناسب نہ سمجھا تو ان کے نزدیک  
یزید کے افعال صحیح تھے، کیونکہ فاسق کے وہی اعمال افعال  
صحیح ہوتے ہیں جو شریعت کے دائرہ میں ہوں امام حسینؓ  
انہ ان کے ساتھیوں کے خلاف جو کچھ نازیبا حرکت کی وہ  
صحابہؓ کے نزدیک صحیح نہیں تھی اس سے تو یزید کا فسق  
و فجور اور بڑھ گیا اور سخت ہو گیا، یہ نازیبا حرکت یزید  
کی بد اعمالیوں پر مہر لگاتی ہے۔

۶۔ اگر امام حسینؓ کے خروج کو بغاوت ہی سمجھ لیا جاتا تو باغیوں  
سے جنگ کرنے کے لئے امام عادل کی قیادت ضروری تھی۔  
یزید امام عادل نہ تھا، فاسق و فاجر تھا، لہذا صحابہؓ کے  
نزدیک یہاں قتال کی کوئی صورت متصور نہ تھی۔

# سبب تصنیف

کچھ عرصہ ہوا محمود احمد عباسی نامی ایک شخص کی کتاب "خلافت معاویہ  
 یزید" نظر سے گزری۔ کتاب کے مقصد نے اس میں یزید کی بے معنی  
 عیبہ خوانی کرتے ہوئے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظیم  
 شخصیت کو اس رنگ میں پیش کیا ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے والا  
 حق پرستی دیکھ کر سوچنے لگ جاتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ  
 حق پر تھے یا یزید ؟

مزید یہ کہ کتاب میں ہنضہ نقالی اس مسئلہ کو نہایت ہی آسان پیرایہ  
 میں قرآن و حدیث، علمائے اسلام اور ثقہ مؤرخین کے بیانات  
 کی روشنی میں حل کیا گیا ہے ۔

ماظرب کرام اگر بالکل غیر جانبدار ہو کر حسین بن علیؑ اور یزید  
 بن معاویہؑ کا مطالعہ کریں گے تو انشاء اللہ العزیز وہ بڑی آسانی  
 سے اس نتیجہ پہ پہنچ جائیں گے کہ حق و صداقت کے حامل حضرت امام حسین  
 رضی اللہ عنہ تھے یا یزید۔ یہی وہ مقصد ہے کہ جس کی خاطر یہ کتاب تصنیف  
 کی گئی ہے۔ اللہ کریم شرف قبولیت عطا فرمائے، آمین، بوسیدہ سید سلیمان رضی اللہ  
 علیہ وسلم سید محمد ریاض الدین سہروردی نادری حقی



# صفحہ تعارف

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی	۲	حمد و نعت
۱۸	رد میوں سے جنگ و مہم کی بشارت	۳	نذرانہ عقیدت
۲۶	اہلبیت پر یزیدی ظلم کی ابتداء اور انتہا	۴	حسین علیہ السلام بارگاہ خداوندی میں
۳۲	کوفہ کو روانگی	۸	امام حسینؑ اور اہل بیت رسول
۳۷	امام حسینؑ کی تین تجویزیں	۱۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کی فضیلت
۴۱	مؤرخین کے بیان پر تبصرہ	۲۰	امام حسینؑ بارگاہ رسالت میں
۴۵	جہاد یا جنگ اقتدار	۲۹	امام حسینؑ علیہ السلام کی نظریں
۵۰	حاکم وقت کی اطاعت	۵۴	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
۵۶	یزید اور کفر براہ		وفات سے قبل امیر معاویہؓ کی نیک گوئی و صحبت
۶۲	واقعہ حرہ	۶۷	حضرت امیر معاویہؓ بادشاہ عادل
	صحابہ کرامؓ نے حضرت امام حسینؑ کا ساتھ کیوں نہیں دیا؟	۸۰	یزید کی تخت نشینی
۱۸۱	یزیدیوں کا عبرت ناک انجام	۹۰	آیت مودۃ
۱۸۲	منہج حضرت امام حسینؑ از خواجہ امجدیؒ	۱۰۲	یزید بن معاویہؓ خدا کے حضور
۱۸۸	سبب تصنیف کتاب	۱۰۶	یزید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور